مختصر دستور العمل

[illegible] ہر ماہ کبھی نہ کبھی مستند استاد کا غیر مطبوعہ کلام شائع ہوتا ہے جو انجمن محافظ اردو منصور نگر کی خدمت قرار پاتا ہے زیادہ تر وہ مراثی جو آج تک طبع نہیں ہوئے ہیں کبھی کبھی انتخابات غزلیات یکمشت دیوان شائع کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایک استاد کا کل کلام شائع ہوتا ہے اس جلد کو اسی کے نام سے موسوم بھی کیا جاتا ہے جیسے افکار تعشق، گلزار رشید، وقار انیس وغیرہ شہزادہ ربیع نجات کے ممبران کو کتابیں مسلسل روانہ کی جاتی ہیں ہر قسط کی قیمت دو روپیہ اگر زیادہ قیمت کی کتاب بھی شائع ہوتی ہے تو ممبر کو دو ہی روپیہ میں روانہ کی جاتی ہے اب تک مسلسل سو (؟) قسطیں شائع ہو چکی ہیں جو حضرات چندہ سالانہ پیشگی مرحمت فرماتے ہیں مبلغ ۲۴ روپیاں کے لیے خرچہ ڈاک معاف دفتر خرچ برداشت کرتا ہے ایسے ممبران ممبر خصوصی کہے جاتے ہیں جو حضرات ماہانہ کتاب منگاتے ہیں خرچہ ڈاک بذمہ ممبر رہتا ہے دو روپیہ کی کتاب اور تقریباً آٹھ آنہ خرچہ ڈاک یعنی کل وی پی مدآ کی جاتی ہے ایسے ممبران ممبر عمومی کہے جاتے ہیں۔

جو حضرات چوبیس ۲۴ روپیہ پیشگی مرحمت فرماتے ہیں ان کا چندہ بارہ قسطیں پہنچنے پر بیباق ہو جاتا ہے نہ یہ کہ سال تمام ہونے پر اگر بارہ قسطیں اتفاق سے پندرہ ماہ میں بھی شائع ہوں گی تو چندہ ممبر خصوصی کے ذمہ واجب الادا نہ ہوگا جب تک بارہ قسطیں نہ پہونچ لیں۔

یہ ایک اچھا سلسلہ ہے اس کی قدر کیجیے اس نازک دور میں ہمت افزائی فرمائیے ایک کارڈ بھیج کر ممبر بن جائیے اور کل قسطیں طلب فرما کے ملاحظہ فرمائیے آج کل دو روپیہ ماہوار کوئی خاص چندہ نہیں ہے جب کہ (۱۶۰) اور (۲۰۸) صفحات کی کتاب کبھی مجلد اور کبھی غیر مجلد پہونچتی رہتی ہے۔

معتمد، انجمن محافظ اردو منصور نگر نیا محل لکھنؤ

کتابیں ملنے کا پتہ:- (۱) کتبخانہ [illegible] امین آباد لکھنؤ (۲) صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ

مکتبۂ شمع مجاز فروغ اردو حضرت مولانا سیماب مدظلہ کی منتخب علمی خدمات

پہلی خدمت

دستور شاعری - اپنی نوعیت کی سب سے پہلی کتاب جس میں زبان اردو کی تمام و خاص غلطیاں مع تصحیح نادرانہ رنگ میں پیش کر کے انتہائی دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شعر و سخن کے معائب بھی دلکش پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک فرضی مکمل استاد نے دو فرضی شاگردوں کو ابتدا سے انتہا تک غزل اول پر اصلاح دی ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد شعر میں فنی اور تقریر و تحریر میں زبان کی غلطی کا ایک بڑی حد تک امکان نہیں رہتا۔ نہایت نفیس جلد بندھوائی گئی کاغذ چکنا اور قیمتی لگایا گیا ہے۔ قیمت مجلد صرف پانچ روپیہ غیر مجلد چار روپیہ۔

دوسری خدمت

دیوانِ تعشق - اس کتاب میں ناخدائے سخن حضرت تعشق مرحوم کا مختصر دیوان چند غیر مطبوعہ غزلیات قصائد و رباعیات اور ایک غیر مطبوعہ مرثیہ در حال حضرت سید الشہدا شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اردو کا ایک مختصر لغت، مرحوم کا بلاک اور ان کے سوانح حیات بھی شامل ہیں۔ جناب [illegible] مدظلہ کے تقریباً ... ایسے بند بھی ہیں جن میں معائب شعر نظم ہیں۔ قابل دید کتاب۔

قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ

(بارھویں کڑی)

ممبرانِ انجمن نے ۵ ماہ نومبر ۱۹۱۵ء قرار دی گئی ہے جس میں جانشین حضرت عشق جناب سید حیدر مرزا صاحب [illegible]
کا حال حضرت حُرؑ میں نیا فریاد جناب آنس کا حال حضرت عباسؑ میں اور جناب سید کاظم صاحب جدید کا حال حضرت علی اکبرؑ
میں اور جناب [illegible] صاحب تحسین کا حال حضرت علی اصغرؑ میں اور جناب منّے صاحب آگی کا حال حضرت عون و محمدؑ میں
اور جناب علی نواب صاحب قدیم کا حال حضرت عباسؑ میں اور جناب مہدی حسن صاحب بہر کا حال حضرت
سید الشہداءؑ میں یعنی غیر مطبوعہ کلام شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ

(تیرھویں کڑی)

گلستانِ رشید: یعنی دیوان جناب رشید لکھنوی جس کا انتظار صاحبان ذوق کو ۲۲ سال سے تھا۔ آج انجمن محافظ اردو کو فخر و ناز ہے کہ صدر انجمن حضرت مہذب مد ظلہٗ کی کاوشوں سے دیوان دستیاب بھی ہوا اور منظر عام پر بھی آگیا تقریباً پونے دو سو غزلیات نہایت عمدہ جلد اور کور کے ساتھ قیمت صرف ۸ر

(چودھویں کڑی)

آئینۂ نظم آزاد: مصنفہ عالیجناب چودھری سید حسن کاظم صاحب رئیس رکسوارہ ضلع الٰہ آباد موصوف نے آزاد نظموں کے خلاف جہاد فرمایا ہے۔ قابل دید کتاب تصنیف فرمائی ہے صفحات ۴۶ قیمت صرف ایک روپیہ

(اطلاع) چودھویں کڑی آئینۂ نظم آزاد نصف کڑی کہنے کی مستحق ہے مستقل ممبران
کو اتنی ضخیم کتاب جب دوسری حاضر کر دی جائے گی تب چودھویں کڑی مکمل سمجھی جائیگی [illegible]

(پندرھویں کڑی)

شاہکارِ عشق جلد دوم۔ حضرت عشق علیہ الرحمہ کے چار غیر مطبوعہ اور دو مطبوعہ مراثی کی عدیم المثال جلد انجمن محافظ اردو کا شاہکار ہے جو اہل نظر کے ملاحظہ کے قابل ہیں۔ [illegible] مرثیے نایاب ہیں۔ (قیمت صرف دو روپیہ)

دل بساط اپنا میں ہی سو بھی سمٹا ہے ہم نے ۔ جنس بے دانش مصر کا رہو کی بچا ہی تھا ہے
زندگی کم نظر آتی ہے مجھے ان روز و ں ۔ غم ہی بس اپنا چرخ ستمگار ہوا اچھا ہی تھا ہے
دیکھ کر حسن کو اس کے یہ کہے ہے زاہد ۔ میری تسبیح بھی زنار ہوا اچھا ہی تھا ہے
بے خبر آئینہ مت دیکھ کہ اب تیری آنکھ ۔ اپنے عالم سے خبردار ہوا اچھا ہی تھا ہے
حسن شوخ اس کا یہ ٹپکی ہے نگاہ زاہد ۔ آہ کیا یہ بھی گنہگار ہوا اچھا ہی تھا ہے
عشق غرہ ہے مجھے حسن پہ مغرور ہے وہ ۔ میرے اور یار کے تکرار ہوا اچھا ہی تھا ہے

مصحفی آرزوئے دل کی ذرا باگ کو روک
کس طرف جاتی ہے کیوں خوار ہوا اچھا ہی تھا ہے

ملا کے خاک میں کیا کیا گل شگفتہ بہار ۔ خزاں نے روز یہ کی گلستاں کی رسوائی
وہ اپنے گھر میں ہے اور مجھ کو سو جگہ شب بھر ۔ لیے پھرے ہے دل بدگماں کی رسوائی
میں کیا بتاؤں تجھے برق رنگ گل ہے نسیم ۔ ہوئی جو خار و خس و آشیاں کی رسوائی
زیادہ اس سے ہو کیا دودمان عشق کا جھگڑا ۔ کہ خانہ زاد ہوا اس کا دودماں کی رسوائی
نہ کی میں آہ بھی فرقت میں اس کی تا دم مرگ ۔ مجھے پسند نہ تھی داستاں کی رسوائی
اسی جہان میں یا رب مجھے معذب کر ۔ سہی نہ جائے گی مجھ سے وہاں کی رسوائی

چھپاؤں عشق میں کیونکر کہ مصحفی اب تو
گلی گلی ہے مری داستاں کی رسوائی

عذر گنہ میں جو چاہے تھی زنجیر بدل اٹھے ۔ ہم خون گرفتہ کیوں نہ شمشیر بول اٹھے
رہ گم کیے دعا جو میری جاتے سوئے گور خضر ۔ تو اس کی رہنمائی کو تاثیر بول اٹھے

مشکل مری آسان کسو سے نہیں ہوتی — یوسفؑ کو مرے خواب کی تعبیر نہ آئی
عکس اُس کا نہ جم کرکے رہا دیدۂ تر میں — دریا میں بنائی اُسے تعمیر نہ آئی
اے مصحفیؔ جس شب میں لیا کام دل اُس سے
افسوس کبھی پھر وہ شب تیر نہ آئی

آنے کی ترے کوچے میں طاقت نہیں ملتی — پاؤں کے تئیں ضعف سے رخصت نہیں ملتی
میں گورِ غریباں میں تو ڈھونڈھا بہت اُس کو — واں بھی تو ترے کشتہ کی تربت نہیں ملتی
یہ طرفہ خرابی ہے کہ اس عجاہ پہ ظالم — کچھ مجھ سے تری طبع کی رخصت نہیں ملتی
اغیار کے نامہ میں ہے کچھ اور ہی مضموں — اُس خط سے مرے خط کی عبارت نہیں ملتی
ہے نام خدا تجھ پہ تو کچھ اور ہی عالم — صورت سے تری حور کی صورت نہیں ملتی
یہ طرفہ تماشا ہے کہ اُس شوخ کے ہاتھوں — ہم بیچیں اگر دل کو تو قیمت نہیں ملتی
اک طرفہ بھبھوکا ہے ترا عارضِ رنگیں — اس گل سے گلِ سرخ کی رنگت نہیں ملتی
کیا خاک کوئی شاد ہو اس باغ میں ہرگز — غنچہ کو تبسم کی بھی فرصت نہیں ملتی
پروانہ جو جلتا ہے تو روتی ہے کھڑی شمع — کس کس کو تری بزم میں ذلت نہیں ملتی
کس وقت وہ کمبخت جدا مجھ سے ہوئی تھی — ڈھونڈھوں ہوں بہت اور شبِ فرقت نہیں ملتی
اے مصحفیؔ کیوں یار کی اتنا ہی تو در پے
جانے دے اگر اس کی طبیعت نہیں ملتی

تو نے رم خوردہ تری یار رہا چاہتی ہے — کچھ تو تسکین دلِ زار رہا چاہتی ہے
میرے اور یار کے پردہ تو نہیں کچھ لیکن — بیچ میں دیوار رہا چاہتی ہے

انداز حیا نکلے ہے تصویر میں تیری بھی — آنکھیں مری آنکھوں سے ملاتی نہیں وہ بھی

تو آڑ سے دیکھے ہے سدا صبح کو اُٹھ کر — بے رحم تجھے رحم پہ لاتی نہیں وہ بھی

کھینچے ہے نسیم سحری مُنھ سے دوپٹا — پر ہاتھ پکڑ تجھ کو جگاتی نہیں وہ بھی

پہلو میں ہے اک دشمن جاں ہاتھوں سے دل کے — ہو زیست کوئی دن نظر آتی نہیں وہ بھی

اے مصحفی اُس تیغ کو ہے ننگ جو مجھ سے

غیرت سے مرے خوں میں نہاتی نہیں وہ بھی

اغیار کی صحبت کی مجھے تاب کہاں ہے — اس کا متحمل دل بیتاب کہاں ہے

بالیں پہ رکھوں سر کو تو اپنی میں شب ہجر — پر خواب تجھے دیدۂ بے خواب کہاں ہے

کیا جانے فرو رفتہ طاق خم ابرو — کعبہ ہے کدھر اور خم محراب کہاں ہے

رنگ کف پا سے نہ ہو اس گل کے مقابل — رنگت تری یہ لالۂ سیراب کہاں ہے

سیراب گلا ہووے کسی تشنہ جگر کا — اتنی دم خنجر میں ترے آب کہاں ہے

پیری میں ذرا آنکھ تو کھول اپنی تو غافل — ہے صبح کا پرتو شب مہتاب کہاں ہے

ہم صبح قیامت بھی یہی کہتے اٹھیں گے — لا پیر مغاں جام مئے ناب کہاں ہے

خاکستر گلخن سے مرے گرم ہے پہلو — مجھ کو ہوس قاقم و سنجاب کہاں ہے

اے مصحفی ہے تجھ پہ بہت رنج معیشت

چل پوچھ نہ تو بھی در نواب کہاں ہے

دیدۂ نرگس میں صورت چشم قربانی کی ہے — اس نے کیا دیکھا جو یہ تصویر حیرانی کی ہے

اپنی گردش میں نہ پائی مہر و مہ نے — یاد جو اس کو ادا از سارہ گردانی کی رہی

میں جہاں جاؤں مرے ساتھ ہی رسوائی عشق
کیا کروں آہ نہیں چارہ مقدر سے مجھے

بے نصیبی کو میں اپنی ہی دعا دیتا ہوں
جس نے محروم رکھا دردی ساغر سے مجھے

بے جگہ پائے جنوں تونے یہ کی کوتاہی
آگے بڑھنے نہ دیا وادی محشر سے مجھے

ایک ہی زخم میں پورا نہ کیا میرا کام
رہ گیا شکوہ یہ آب دم خنجر سے مجھے

جذب الفت کا یہ عالم ہے کہ بیٹھے بیٹھے
کوئی ہر وقت نکالے ہے مرے گھر سے مجھے

مصحفی نام سوا کچھ نہیں باقی رہتا
ہے یہی یاد سلیمان و سکندر سے مجھے

ہم اور یار اگر دو گھڑی بھی مل بیٹھے
تو بیم طعنہ ہمسایہ سے دو دل بیٹھے

کرے نہ طبع فلک اس کی بھی گوارائی
خیال میں بھی جو وہ میرے متصل بیٹھے

بھلا میں کیونکہ کروں مصحفی کچھ اس سے بات
رقیب پہلو میں اس کے ہوں جب مخل بیٹھے

اک تجھ سے تمنا ہی بر آتی نہیں وہ بھی
حسرت ہی میں جاں جاوے سو جاتی نہیں بھی

مشتاق ہے ٹھوکر کا تمھاری سر عاشق
اے وائے نصیب اس کے جگاتے نہیں وہ بھی

تو ہووے تو تصویر تری مجھ کو خوش آوے
تو جو نہیں ہوتا ہے تو بھاتے نہیں وہ بھی

مردے تو جا اٹھی ہے بہت صور قیامت
ہم خفتہ نصیبوں کو جگاتے نہیں وہ بھی

اے مصحفی تونے جو غزل اور کہی ہے
کیوں طبع تری عرصہ میں لاتی نہیں وہ بھی

ہے راگ طبیعت میں سو جاتی نہیں وہ بھی
ٹھگ اٹھکے موت آوے سو آتی نہیں وہ بھی

کیوں نہ ہو گریہ میں اُلفت دستِ رنگیں سے زیادہ — خوشنما لگتی ہے آنکھوں میں حنا برسات کی

چشمِ گریاں سے لگا دے اپنے ساون کی جھڑی
مصحفیؔ تو دیکھتا ہے راہ کیا برسات کی

یا رب آباد ہوویں گھر سب کے — پھریں خط لے کے نامہ بر سب کے
کس کے مژگاں ہلیں کہ سینوں میں — یک بیک چھن گئے جگر سب کے
شب کی شب گل چمن کے ہیں مہماں — برگ جھڑ جائیں گے سحر سب کے
ایک عاشق پہ التفات نہ کر — حال پر رکھ میاں نظر سب کے
جتنے ہیں گرد و پیش ہمسائے — گھر ڈبو دے گی چشمِ تر سب کے
ہم رہے پیچھے سب کے گرم رواں — پہنچے منزل پہ پیشتر سب کے
میرے شورِ جنوں کی دہشت سے — بند رہتے ہیں دن کو گھر سب کے
ہاتھ اُٹھتے تھے پیٹنے کے لیے — تیرے کشتہ کی لاش پر سب کے
کیا دکھا دے صفائے طبع مری — جس جگہ ہوں خزف گہر سب کے
تھے جو سلطان بحر و بر آخر — گئے برباد تاج زر سب کے
وائے دنیا کہ رُلتے پھرتے ہیں — خاک میں کاسہ ہائے سر سب کے

مصحفیؔ یہ جو ہیں امیر و فقیر
دل میں ہے موت کا خطر سب کے

لا دیا خط نہ کبھی جانبِ دلبر سے مجھے — شکوہ اتنا ہی رہا بالِ کبوتر سے مجھے
لعل تھا گرچہ بدخشانِ سخن کا لیکن — توڑ ڈالا فلکِ سفلہ نے پتھر سے مجھے

آہوں کے ستون چرخ کو گر تھام نہ رکھتے | ہم نالہ و فریاد سے کچھ کام نہ رکھتے
تسخیر پری چہرہ بتاں اس میں جو ہوتی | ہم مہر سلیماں پہ کبھی نام نہ رکھتے
بیتابی دل ہم کو ستاتی ہے وگرنہ | دروازے کے باہر کبھی اک گام نہ رکھتے
جلتا کوئی کیوں آگ میں دن رات جو آگے | یہ رنگ ترے عارض گلفام نہ رکھتے
گر مجھ سے مراد دل خوباں نہ بر آتی | تربت پہ دیا میری سر شام نہ رکھتے
شکوہ ہے یہی مجھ کو دبیران قضا سے | تنہائی میں تو وصل کے ایام نہ رکھتے
بے صبری دل تو نے سبک کر دیا اُن سے | کچھ روز تو ہم نامہ و پیغام نہ رکھتے
دنداں ہوس تیز ہیں ناچار ہیں اُن سے | ہم ورنہ خیال ثمر خام نہ رکھتے
ہے لذت دنیا سبب خانہ خرابی | بہتر تھا جو ہم فکر در و بام نہ رکھتے
جو زخم کہ لگتا تری شمشیر سے ہم تو | اُس زخم پہ مرہم سے آرام نہ رکھتے

ہوتی نہ گدا مصحفی گر اس کی شب ہجر
تکیہ کی طرح سر کے تلے جام نہ رکھتے

وجد میں لاتی ہے مجنوں کو ہوا برسات کی | کیا سیہ خیمہ ہے لیلیٰ کا گھٹا برسات کی
دیکھنے میں کیونکہ آوے شاہد گل کا جمال | ٹٹیاں بن جاتی ہے گر پڑ کے جھڑ برسات کی
ان دنوں میں سخت ایذا دیوے ہے درد فراق | یار بن صحبت نہ دکھلا دے خدا برسات کی
اک طرف چمکے ہے بجلی اک طرف کڑکے ہے رعد | کیا سماں دکھلاتی ہے ہر دم ہوا برسات کی
استخواں کشتوں کے اس نے آنکھ کا تارا کر دیے | آنکھوں سے راہ دیکھے تھا ہما برسات کی
ہم پہ کیا کیا آفتیں لاتا نہیں باران تک | ہم مصیبت کے تئیں جانے بلا برسات کی

وہ زخمِ ملامت مرے سینے میں لگے ہیں　　فرصت نہیں ناصح کے تئیں جن کے رفو سے
کیا دشمنی ایسے سے کرے کوئی بتا دو　　جو جان بھی رکھے نہ دریغ اپنے عدو سے
اب شیشۂ ساعت کی طرح خشکی کے باعث　　گریہ کی جگہ ریت نکلتا ہے گلو سے
ٹک لب کے ہلاتے ہی اکھڑ جاتے ہیں ٹانکے　　اب چاکِ جگر ہم نہ سلاویں گے رفو سے

اے مصحفی ہم پالتے پیری میں بٹیریا
آتا جو نصیبوں کا جگانا ہمیں تجھ سے

جو چور کہ یوسف کی کرے چاہ میں چوری　　مشکل نہیں کرنا اسے پھر راہ میں چوری
دل بھید میں زلف و رخِ جاناں کے ہوا گم　　کی حسن کے سارق نے شبِ ماہ میں چوری
مژگاں کو تری یاد ہے فن کیسہ بری کا　　کرتے ہیں وہ ہر ایک گزرگاہ میں چوری
دل ہی کی قسم کھا دے ہے کیا جھوٹ تو ہر دم　　پکڑی ہے میں کافر تری واللہ میں چوری
ہر سال نہ یہ لوند کا کٹتا ہے مہینہ　　کرتا ہے فلک لوگوں کی تنخواہ میں چوری

اے مصحفی جب حسن کا ہو اس کے یہ عالم
کیونکر نہ سماوے دلِ آگاہ میں چوری

جب اس مراسلت پہ وہ مہرباں نہ ہووے　　قاصد کے پیچھے کیونکر قاصد رواں نہ ہووے
باہم کی یہ خصوصیت کب تک رہے گی یا رب　　یا ہم نہ ہوویں اک دن یا آسماں نہ ہووے
تب تک ہی زندگی کا دنیا میں بس مزا ہے　　کوئی کسی کے دل پر جب تک گراں نہ ہووے

اس درجہ سے مت قدم رکھ ٹھوکر لگے ہے دل کو
ٹک ہوش رکھ کسی کے جی کا زیاں نہ ہووے

کم نہیں دیوارِ قہقہہ سے یہ پردہ شرم کا
میں بھی حیراں ہوں کہ کیونکر درمیاں سے اٹھ سکے

ہجر کی شب ضبط کرتا ہوں بہت میں ورنہ آہ
شعلہ اک جب جائے اونچا آسماں سے اٹھ سکے

اب تو آسن مار کر بیٹھے ہیں واں ممکن نہیں
مرگ چھالا اپنا کوئے دلبراں سے اٹھ سکے

چھوڑ دے گلزارِ ہستی کو تو اے مرغِ چمن
جوں ہما گر دل خیالِ آشیاں سے اٹھ سکے

جاویں کیوں سوئے عدم زردار یا دستِ تہی
ساتھ اسبابِ معیشت گر جہاں سے اٹھ سکے

ہم گدا بیٹھے ہیں جم کر اب بہت دشوار ہے
بستر اپنا درِ پیرِ مغاں سے اٹھ سکے

نقشِ پا کی طرح ہم اس کو میں کیوں بیٹھے رہا
پائے خفتہ اپنا گر خوابِ گراں سے اٹھ سکے

مصحفی تجھ سر میں جب یا سا ہی کرتا ہو کمی
تو ہی کہہ بتلا کہ رنگ اپنا کہاں سے اٹھ سکے

کشتے ترے باز آئیں نہ ہرگز تگ و پو سے
سر کاٹ لے گر تو تو چلیں راہ گلو سے

سیری ہی اسے یک لحظہ نہیں روئے نکو سے
عاجز ہوں بہت دیدۂ گلبونتی کی خو سے

لیتا ہے کوئی ظلم کے معشوق سے بدلا
ہم کینہ کشی کیونکہ کریں اپنے عدو سے

اس بات کو سن کر مجھے اک غصہ ہے غیرت
امید کسی کی جو بر آتی ہو کسو سے

سجدے سے ترے یاں بھی بے ادبی مجھ سے ہوئی ہے
محراب منقش ہے مرے سر کے لہو سے

سختی سے دلِ یار کی ٹوٹے نہ مرا دل
صحبت کبھی بنتی نہ سنی سنگ و سبو سے

از بسکہ ہوا یاں کی خوش آئی ہے اسے آہ
چلتا نہیں عاشق کا جنازہ ترے کو سے

اس ضبط کے صدقے ہوں کہ مجلس میں بتاں کی
نالے کو نہیں حکم نکلنے کا گلو سے

ماہی کی طرح بسمل ہوا وہ مذبوح کہ ہرگز
خنجر کے تئیں رابطہ نہیں جس کے گلو سے

مے دے کے مجھ کو جام تنک ساقی ہی کریم
ظرف دوائے مردم بیمار توڑیئے

جام جہاں نما میں یہ عالم کبھی نہ تھا
آئینہ پیش خوبی رخسار توڑیئے

تا ہو نہ اس کو اور حسد بیدار کا گماں
شیشہ کو دل کے پیش تر بیدار توڑیئے

پتھر سے ظرف سخت نہیں کم ہی مہرباں
شیشہ کسی کے دل کا نہ زنہار توڑیئے

کرنے لگا قفس میں بھی پرواز کی یہ مشق
صیاد بال مرغ گرفتار توڑیئے

رکھیے نہ پاؤں قبر پہ مردوں کے بے دھڑک
کاسہ کسی کے سر کا نہ زنہار توڑیئے

دیجے شراب لطف کا ساغر اسے میاں
آخر خمار مصحفی زار توڑیئے

حال مجبوری میں کیونکر دل تپاں سے اُٹھ سکے
زور کچھ ہو دے تو پتھر ناتواں سے اُٹھ سکے

ہاتھ داماں تلاش این و آں سے اُٹھ سکے
اس سے کیا بہتر ہے جو دل دونو جہاں سے اُٹھ سکے

سیر گلشن کو ہم آئے تھے لیے ہم نے اُٹھا
جس قدر دامن میں پھول اس گلستاں سے اُٹھ سکے

کاہ کی طاقت بھلا ہو کوہ کی کیونکر حریف
بار غم کس طرح سے آزردہ جاں سے اُٹھ سکے

قصہ گویاں پاس خاطر پر مرے مت جائیو
وہ کہو تم کو بھی حظ جس داستاں سے اُٹھ سکے

کوئے قاتل میں جنازہ مت رکھو یارو مرا
سخت مشکل ہے جو پھر ہرگز نہ واں سے اُٹھ سکے

گالیاں دو کھا کے اُٹھ جاؤں گا میں رستے تک
حاجت تیغ اس کو کیا ہے جو زباں سے اُٹھ سکے

یہ نہیں کہتا صبا سب کھول دے اس کا بدن
دے اُٹھا بیتاب پردا جہاں سے اُٹھ سکے

ناز معشوقاں اُٹھانے میں نہیں ہر اک کا کام
یہ نہ وہ پتھر ہے جو پیر و جواں سے اُٹھ سکے

مجھ سا ساجد گر کرے سجدہ تو لذت کے سبب
تا قیامت سر نہ اس کے آستاں سے اُٹھ سکے

خاک میں گو ملائے چرخ مجھ کو میں وہ غبار ہوں — یعنی کبھو گرا نہیں رتبۂ اعتبار سے
گر یہی سوز دل ہے تو جانے غبار اے نسیم — بعد فنا بھی اٹھیں گے شعلے مرے مزار سے
ہوتی نہیں ہے ایک دم ساتھ سے میرے یہ جدا — عقدہ بندھا تھا کیا مرا ہی شب انتظار سے
ہے اسی طرح سنگ پہ کام میں بت کے کوہکن — آتی ہے تیشہ کی صدا اب تئیں کوہسار سے

ہو جو خوش آ گیا مجھے مارے خوشی کے مصحفی
منہ نہ اٹھا تمام شب پھولوں کے اس کے ہار سے

نالہ سے قصر چرخ جفا کار توڑیے — یعنی بنائے ظلم کی دیوار توڑیے
کیا زندگی کی کفر سے ہو جاوے مخلصی — تار نفس کی اپنے جو زنار توڑیے
زندانی فراق کے دل میں ہے یہ خیال — زنجیر توڑ چکیے تو دیوار توڑیے
جینا ترا محال ہی ہے ہر دم پھڑک پھڑک — ناحق قفس کو مرغ گرفتار توڑیے

اے مصحفی نہ سبحہ نہ زنار توڑیے
مطلع
پتھر سے اپنا ہی بت پندار توڑیے

امکاں نہیں رہائی کا اس سے کسی طرح — کیونکر طلسم گنبد دوار توڑیے
وہ ہاتھ ٹوٹ جائیو یارب شب وصال — جس ہاتھ سے گلے کا ترے ہار توڑیے
اے دست آرزو کیجے نہ تاراج گلستاں — گل ہو جو سونگھنے کے سزاوار توڑیے
جس باغ میں کھلے ہی نہ چین جبین گل — پتا بھی اس چمن کا نہ زنہار توڑیے
پھیلائیے نہ دست طلب اس کے سامنے — جس نخل سے نہ شاخ ثمردار توڑیے
مرغ اسیر مرضی صیاد ہے یہی — اب یار مت بھی دم قفس ہی میں ناچار توڑیے

آتی ہے ریا کاری زہاد ہمیں بھی | پاکھنڈ بہت دیکھے تو ہیں یاد ہمیں بھی
کیا شکوہ کریں جا کے زنخداں میں کسی کے | تو نے تو ڈبویا دل ناشاد ہمیں بھی
صد شکر موئے تھے جب ہمراہ اسیران | کرنی نہ پڑے منت جلاد ہمیں بھی
کچھ اتنا بڑا کام نہیں سر سے گزرنا | دیوے جو خدا ہمت فرہاد ہمیں بھی
ہو دیں گے ہم آواز ترے موسم گل میں | رہنے دے یہاں مرغ چمن زاد ہمیں بھی
اے مرغ گرفتار نہ کر شور قفس میں | کرنے دے کوئی زمزمہ فریاد ہمیں بھی
گو چھوڑے ہے سبزوں کو گماں یہ نہیں پڑتا | صیاد کرے فصل گل آزاد ہمیں بھی
سب کہہ چکے حال اپنا کسی روز ملے گی | سرگوشی کی رخصت ستم ایجاد ہمیں بھی

اے مصحفی اس گل کا اگر گوش گراں ہے
گو ہووے نہیں طاقت فریاد ہمیں بھی

صدمہ مقرر آمد گل گلستاں پہ ہے | پھر برق کی نظر جو مرے آشیاں پہ ہے
ہم مر مٹے ہیں اس پہ ابھی تو آیا نہیں حجاب | کتنا مزاج ناز بتاں امتحاں پہ ہے
جب نقش پا زمیں پہ پڑے ہیں تو کیا ہوا | گویاں تنوں کا تیرے داغ آسماں پہ ہے
کر لے حنائی پاؤں تو اپنے کہ اب تلک | خون شہید تازہ ترے آستاں پہ ہے
دیکھا ہے کس نے غنچۂ تصویر کو کھلا | تہمت شگفتگی کی عبث اس دہاں پہ ہے

آں اس کا کچھ پتا تو نہیں جور چرخ سے
ظلم صریح مصحفی ناتواں پہ ہے

ملنا نہ تھا کسی کا جو زمزمہ ہزار سے | بوئے کباب سینہ آتی ہے لالہ زار سے

دیکھ اس کی تنگ پوشی کہتے ہیں اہل گلشن غنچے کے بر میں ایسی چسپاں قبا نہ آئی
کل بزم زاہداں میں وہ غنچہ گیا تھا اس کی نگاہ کس کو تہمت لگا نہ آئی

ہستی سے جانے والے ایسے گئے عدم کو
اس قافلے کی ہرگز بانگ درا نہ آئی

موسم ہولی ہے دن آئے ہیں رنگ اور راگ کے ہم سے تم کچھ مانگنے آؤ بہانہ پھاگ کے
دیکھ کر چوٹی کو اس کی اہل دانش نے کہا کس طرح بیٹھے ہیں کاٹے ایسے کالے ناگ کے
لال لال آنکھیں شفق سی شام کے سر پہ چڑھا ہم ہیں پیر چرخ دیوانہ ترے بیراگ کے
بازی پیر آسماں سے ہم تو پا سکتے نہیں کیوں مقابل کر دیا طالع نے ایسے گھاگ کے

پتیوں بن مصحفی کے آتا نہیں اب ان کو چین
کھانے والے مصحفی جو تھے پتے کے ساگ کے

تیغ ابرو کے تصور میں نہ خوں جوش کرے موت کو اپنی کوئی کیونکہ فراموش کرے
گرد ہستی کا جو خورشید کو روپوش کرے چاہیے نطق پہ مہر لب خاموش کرے
شعلۂ شمع سے کچھ کم بھی نہیں آتش عشق دن کو مہلت دے تو آ شب کو بنا نوش کرے
حشر کے دن بھی نہ تربت سے اٹھے وہ مردہ بہشتی سبزۂ خط کی جسے بیہوش کرے
بار منت کشی خلق ہے اک کوہ گراں کاش اجل آ کے مجھے اس سے سبکدوش کرے
دوستاں یہ بھی مقدر میں لکھا تھا میرے جس کو میں یاد کروں مجھ کو فراموش کرے

مصحفی بے تو گرے پڑتے ہیں پھر پیر مغاں
لیجے جا طلب رنداں سبو نوش کرے

سر لے لے تو اے دم شمشیر اجل سر میرا / اس مسافر پہ تو گٹھری یہ بہت بھاری ہے

کیونکہ بے جرم کہاؤں کہ نسب میں اپنے / مندرج خلقت آدم سے گنہگاری ہے

کس کے دامن کی طرف اس کا خیال آیا آہ / جو گریباں سے مرے ہاتھ کو بیزاری ہے

درد دل کا نہیں ہوتا ہے مسیحا سے علاج
مصحفی یہ بھی عجب طرح کی بیماری ہے

ہر شعر ترا رشک دیوان ولی ہے / اے مصحفی تو اپنے نصیبوں کا ولی ہے

آنکھوں میں پھرے ہے مری کمبخت کا رونا / میں کیا کہوں کس داغ سے شب شمع جلی ہے

ان سوزن مژگاں کا میں ممنون ہوں کہ جس کے / گودی ہوئی سینے پہ مرے نادعلی ہے

نرگس سے یہ کہہ دو کہ طرف اس کے نہ دیکھے / بادام کے سایہ میں تری آنکھ پلی ہے

آیا تھا نہانے کو جو دریا پہ وہ بانکا / لہروں میں بہم کہتے ہیں تلوار چلی ہے

بھاگا ہی دبے پاؤں وہ میں بزم سے نکلا / اس گل کی جو سوتے میں کبھی آنکھ کھلی ہے

سینہ سے نفس نزع کے دم چل نہیں سکتا / ٹک کیجیو نظر اس کو یہ کیا تنگ گلی ہے

کیا مصحفی خستہ سے مانگو ہو کہ اس پاس
ترشا ہوا دل جیسے سپاری کی ڈلی ہے

بیچارے دل پہ کیا کیا اپنے بلا نہ آئی / حسرت رہی کہ ہے ہے اس پر قضا نہ آئی

کیا موج گل نے اس کو زنجیر کر رکھا ہے / گلشن سے جو قفس تک باد صبا نہ آئی

ہم سے ہی ہر طرح کا پردا رکھا کئے تم / اوروں کو منہ دکھاتے تم کو حیا نہ آئی

پتھرا گئیں چمن میں نرگس کی گرچہ آنکھیں / پرسش کو اس کی تو بھی باد صبا نہ آئی

رزقِ مقسوم پہ یک چند قناعت کیجے   نیم نان کے لیے کس کس سے سماجت کیجے
ہیں تلاشِ دوست بہت آبلہ پا اپنے   جی میں آتا ہے کہ کانٹوں کی زراعت کیجے
آئیے جلد کہیں پردہ سے باہر آخر   صبر پہ میرے نظر صبح قیامت کیجے
چاک جیب اپنا نہ دکھلائیے اس کو صاحب   خندۂ صبح قیامت پہ رعایت کیجے
بخت مد اتنی بھی فرصت نہیں دیتا ہم کو   کہ کہیں جائیے اور سیر و سیاحت کیجے
مصحفی گو نہ گنیں آپ کو صاحب نظر من   خوش نشینوں سے تو کیا حرف و حکایت کیجے

ہاں مگر شیخ کی خدمت میں پھر اپنا سوال
پڑھ چکے ہم تو کچھ اب آپ عنایت کیجے

خوابِ غفلت سے جو وا دیدۂ عبرت کیجے   سالہا اپنے تئیں آپ ملامت کیجے
طرف سلسلہ زلف کھنچا جائے ہے دل   کیونکہ پھر دست حنا بستہ کی بیعت کیجے
سو جفائیں سہیں پر ہو نہ سکا ہم سے یہ کام   جی میں ہر چند کہا ترک محبت کیجے
کوئی واماندہ پس قافلہ آتا ہے چلا   کہیو صبا قافلہ والوں سے کہ مہلت کیجے
تلخ گوئی ہے بہت وضع تمھاری ڈر ہے   رفتہ رفتہ کہیں گالی سے نہ عادت کیجے

مصحفی فاعل مختار وہی ہے تو بھلا
تو ہی بتلا ہمیں پھر کس سے شکایت کیجے

نوک مژگاں سے مری آنسو کا خوں جاری ہے   پھر مگر تم کو تمنائے دل آزاری ہے
یاد ہیں سبزۂ خط کی وہ ہوا تھا شاید   سائباں تربت عاشق کا جو زنگاری ہے
پہنچے ہے برق کو سینہ میں ترے ان روزوں   الغرض سینہ تپش خواہاں [illegible] ہے

فضائے گلشن تصویر ہے طلسم جہاں | کہ غیر خامہ نہیں جس کا باغباں کوئی
ستم تو یہ ہے کہ ہے باغباں کی یہ مرضی | نہ فصل گل میں کرے سیر بوستاں کوئی
خموش رہ تو کہ بزم بتاں ہے جائے سکوت | ابھی یہ برق پڑی بول اٹھا یہاں کوئی
لحد میں بھی مری چھاتی کی سل رہا غم عشق | کسی کے دل پہ نہ اتنا بھی ہو گراں کوئی
مگر ہے گور غریباں کی آج پامالی | جو اس مقام میں لیتا نہیں مکاں کوئی
خیال میں بھی وہ صورت نظر نہیں آتی | کسی کی چشم سے اتنا نہ ہو نہاں کوئی

میں خاک مشق سخن مصحفی کروں کہ مرا
رہا نہ زندہ زمانے میں ہم زباں کوئی

ہم سے الگ ہو غیر سے دل کو لگا چکے | تب چیتے ہم کہ ہاتھ سے اپنے وہ جا چکے
مہلت ملی نہ سوزن عیسیٰ کو ایک دم | پھر سینہ پھٹ گیا جو گریباں سلا چکے
الوائے ضبط گریہ کہ اس دم ہوئی نصیب | دو چار اشک جب سر مژگاں پہ آ چکے
دی کف میں اس کے نقش کشاں قضا نے تیغ | وقتیکہ تا گلو مرا چہرہ بنا چکے
ہم چھوٹ کر قفس سے ہوئے راہ میں اسیر | اب چھوٹے بھی تو بس چمن آباد و پا چکے
عالم اگر یہی ہے تمھارے خرام کا | تو خفتگان خواب عدم سر اٹھا چکے
کیا فائدہ ہے اتنی کشاکش نہ کیجیے | اب آپ میرے ہاتھ سے دامن چھڑا چکے
بس بس زیادہ برق سے پنجہ نہ کر کہ ہم | ہم تجھ کو بیقراری دل آزما چکے

قاتل کی آب تیغ کے منہ لب نہ ہو بہ کیوں
ہم گھر میں بیٹھے مصحفی گنگا نہا چکے

کچھ تو سبب ہوا جو پھرا اب تلک نہیں قاصد کے انتظار میں یاں شام ہوگئی
وہی زمزمے چمن کے رہے کچھ نہ اس کو یاد بلبل خموش آکے تہ دام ہو گئی
بے عزّتی اس کی بزم میں ہم اس سبب ہوئے عزّت ہماری اور دل کو انعام ہوگئی
تھا جس پری کے واسطے زانو پہ سر دھرا سو بار آکے وہ تو لب بام ہوگئی
اب شکوہ و شکایت بیجا سے کیا حصول ہونی جو تھی سو اے دل ناکام ہوگئی
کوچہ میں یار کے جو گئے پھر نہ چل سکے ہم ناتوانوں کو تو زمیں دام ہوگئی

غصّہ کے وقت اس کے کہوں کیا میں مصحفی
جو بات لب تک آئی سو دشنام ہوگئی

شخص ظالم کا تن لاغر بنے اور ٹوٹ جائے خاک سے جیسے گلی خنجر بنے اور ٹوٹ جائے
وائے ناکامی کہ میرا نالہ گردوں خرام جبرئیل آہ کا شہپر بنے اور ٹوٹ جائے
وصل کی شب سے گلہ گر ہو تو اتنا ہے مجھے تازہ پھولوں کا ترے زیور بنے اور ٹوٹ جائے
جائے حیرت ہو کہ ایسے وادی بے خار میں پاؤں کا ہر آبلہ پتھر بنے اور ٹوٹ جائے
بے نصیبی تیرے دیوانے کی ہو جو فصل میں نوک خار خشک یوں نشتر بنے اور ٹوٹ جائے
کام نازک ہی بڑا اس کارگاہ صنع کا قطرۂ شبنم جہاں گوہر بنے اور ٹوٹ جائے

ہستی فانی کی اپنی مصحفی یہ ہے مثال!
جوں حباب بحر کا ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

کرے نہ متصل گوش گل فغاں کوئی نہ شاخ گل پہ رکھے اپنا آشیاں کوئی
نکل نکل کے جو رہ رہ گئی نیام سے تیغ مگر ملا نہ سزاوار امتحاں کوئی

تجھ کو سمجھے پردہ پایان شب مہتاب پھرتا ہے	ستارہ صبح کا پھر شام تک بیتاب پھرتا ہے
دل بیتاب ہے صیقل نمائے حسن سنگیں دل	تماشا ہے یہ تب آتی ہے جب سیماب پھرتا ہے
ترے لب خشک میں کشتی ہوئی ہے اپنی طوفانی	نہ موجوں کا تلاطم ہے نہ واں گرداب پھرتا ہے
کسی کا سخت دل ہے یہ کہ برگ لالۂ رنگیں	جو یوں پانی میں گرد نرگس سیراب پھرتا ہے

بلا کر مصحفی پر پھر نوازش کیجیے صاحب
پریشاں حال ہے وہ اور بے اسباب پھرتا ہے

یار سے حلقۂ آغوش ہے میرا خالی	ورنہ دیکھا نہ کبھی ماہ سے ہالا خالی
کوئی دم دل تو میاں واں بیٹھ کے کرتا غم شور	پاس ہمسایہ کے گر گھر کوئی ملتا خالی
رنگ کیوں چہرۂ یوسف سے اڑا جاتا ہے	ہے ابھی تو تری تصویر کا خاکہ خالی
کس کے جانے سے ہوا ہائے یہ میخانہ خراب	کر گئے پھرتے ہیں سبو و خم و مینا خالی
گھن لگا اس کو کچھ ایسا کہ طرح نے کے ہوا	اندر اندر ہی ہوا میرا نخل تمنا خالی
نیم بسمل ترے محشر میں تڑپتے پھرتے	داد خواہوں سے وہاں پاتے جو عرصہ خالی
اے اجل پھر تجھے آنے میں تامل کیا ہے	میرے مرنے سے نہ ہو جائے گی دنیا خالی
ابتدا بحر کا ہے ابر کی بارش کے سبب	یا الٰہی نہ کریموں کا ہو کیسا خالی
مجھ سے افتادہ بھی تم سے کہیں اٹھتے ہیں	سر کو پٹک پٹک کے نہ کر اپنے مینا خالی

مصحفی جس میں نہ ہو شان ادب خوش پوش
حسن معنی سے ہے جوں صورت دیبا خالی

نیم آرسی تجھ محو دل آرام ہو گئی	اُتر آتی شبنم نے پرستش کی کیا نام ہو گئی

پھول چڑھانے نہ لائے گورِ غریباں پر الآں | کشتۂ نازِ بتاں کی تیری قبر فرشتے بھول گئے

بے سر رشتہ اکثر باتیں اب جو نظر آتی ہیں یہاں
مصحفی کیا خدامِ فلک اگلے سر رشتے بھول گئے

ہم محوِ محبت تھے اجل یاد کسے تھی | مرنے کی خبر اے دلِ ناشاد کسے تھی
ویرانے میں لاکر ہمیں وحشت نے بٹھایا | پھر یہ ہوسِ خانۂ آباد کسے تھی
زانو پہ جھکائے ہوئے ہم بیٹھے تھے سر کو | پروا تری شمشیر کی جلاد کسے تھی
تو قتل بھی کرتا تو نہ دم مارتے ہم تو | فرقت میں تری طاقتِ فریاد کسے تھی
رکھا تھا ہمیں اس نے گرفتارِ قفس کو | اے ہم وطناں الفتِ صیاد کسے تھی
کیوں دشت سے تو ہم کو گلستاں میں لے آیا | اے عشق ہوائے گل و شمشاد کسے تھی

بیداد کیا اس نے گر اے مصحفی ہم پر
کون اس سے کہے حسرتِ بیداد کسے تھی

پیری میں مرے اس کے یاروں بیزاری ہوگئی ہے | پھر عشق کی زیادہ بیماری ہوگئی ہے
سینے کے زور سے بھی مو بھر نہیں سرکتے | ان روزوں ہجر کی سل یہ بھاری ہوگئی ہے
مسموم غم کو اس نے مارا ہے شاید اس سے | جو آب تیغِ قاتل زنگاری ہوگئی ہے
اس آفتاب رو کے نکلے ہیں رو برو گر | آنسو کی بوند اپنی چنگاری ہوگئی ہے
چلنے پہ دل گیا ہے جب ہم نے بیٹھے بیٹھے | سامانِ سفر کی وو ہیں تیاری ہوگئی ہے

اپنا بھی مصحفی دل اس سے کنارہ کش ہے
جب دل سے دخترِ رز بازاری ہوگئی ہے

صرع والے کی طرح نظارگی تو مجھ پہ بجھ دی تشنہ کامی اپنا نظر آوے اگر پانی مجھے
ہیں مردوں بھی نہیں رتبہ سبک کرتے اہل جاہ تختہ گاہ قبر ہے تخت سلیمانی مجھے
مثل گرد راہ ہوں میں رکھ پا دوش نسیم دوش پر اپنے لیے پھرتی ہے ویرانی مجھے
ملتفت ہوتا ہے کب صیاد میرے نالہ پر ہے پر افشانی اسی کے آگے پریشانی مجھے

خون ٹپکے ہے مرے نوک قلم سے مصحفی
کیا دکھاوے اپنی صورت خامۂ مانی مجھے

سرگندہ ہے اس کا زلف کفر میں لاثانی ہے مانگ جو اس کی ہے زنار سلیمانی ہے
عقدۂ ہستی موہوم سے کام اپنے میں حباب بندھا رنج گیا ژالہ پگھلی پانی ہے
چشم معشوق کے رونے نے ڈبویا مجھ کو آب بادام میں کشتی مری طوفانی ہے
طائر روح کے کترے نہیں صیاد نے پر امر حق سے قفس تن میں یہ زندانی ہے
جادۂ راہ فنا ہے دم شمشیر سے صاف سنگ رہ اپنا مگر اپنی گراں جانی ہے
مجھ کو کعبہ میں نہ لے جاؤ میں ہوں کافر سخت سجدۂ بت ہی سے خوگر مری پیشانی ہے
شمع ساں گرم زبانی سے نہ باز آئیں گے ہم نفس گرم کی تا سلسلہ جنبانی ہے

مصحفی سے کوئی لو گوہر مقصد کا سراغ
کوچۂ مطلب کی خاک اس نے بہت چھانی ہے

حشر کو آئے جو وہ صف میں تو سیر فرشتے بھول گئے حسن اسے کہتے ہیں جس کو دیکھ فرشتے بھول گئے
خد سے تا ذقن گیا آخر رنگ فندق سحر کی شب آئینہ گر بوسوں پر اپنے باندھتے رشتے بھول گئے
کچھ تو مزا گل کھانے کا داغوں سے پایا ہووے گا لالہ ستانی سیر جو تیرے ہم سے بہشتے بھول گئے

گستاخیوں سے اپنی نہ ہووے کبھو کہ منفعل — وہ جو ترے خیال سے سب لب بہ لب رہے
ہم صاحبان صبر سے ڈھونڈھتے ہو نہ اختلاط — عاشق سے ہو سکے ہے کہ پاس ادب رہے
کیا زندگی کا لطف ہے پھر ہم کو مصحفی
قہر خدا نہ ہو تو بتاں کا غضب رہے

ہر ایک گل ہے دیدۂ خونبار دیکھ لے — بلبل ذرا تو رونق گلزار دیکھ لے
ڈرتا ہوں میں نہ جو مجھے کرے کوہ کن تنگ — پائے جنوں اگر رہ کہسار دیکھ لے
قید حیات سے نہ رہائی ابھی تو مانگ — اُٹھ کر قفس تو مرغ گرفتار دیکھ لے
جان بر لب رسیدہ ہے کیا اضطراب ہے — رکھ ٹک تو ہاتھ قلب دل زار دیکھ لے
بلبل ابھی نہ میری فغاں کا تو لطف ہے — دو چار نالے کر کے تو منقار دیکھ لے
تڑپے ہیں خاک و خوں میں ترے رہرو صنم — کیا کیا شہید حسرت دیدار دیکھ لے
موقوف اپنا کام نہ رکھ دست غیر پہ — اب اپنی نبض تو دل بیمار دیکھ لے
چلنے میں تیغ کی بھی یہ خونریزیاں نہیں — کیا کیا اجل گرفتہ نہ رفتار دیکھ لے
وہ شوخ کھنچ گیا ہے اگر تجھ سے مصحفی
چل تو بھی کوئی اور طرحدار دیکھ لے

اتنی دیتی رہی تعلیم لسانی مجھے — آہ کام آئی نہ کچھ اپنا زباں دانی مجھے
بزم معشوقاں میں پہونچا تیرے باعث آئینہ — کچھ تو دکھلا اپنے جوہر تو بھی حیرانی مجھے
خود گریباں تنی ہوں تیرے دیوانوں کے بیچ — ایک دن رسوا کرے گی یہ گریبانی مجھے
تا ذرا جھانکوں قفس سے گل کو روزنوں سر نکال — اتنی فرصت بھی نہیں دیتی پریشانی مجھے

دامن میں لخت دل کی شمار آج ہو چکی
سمجھا میں یہ کہ فصل بہار آج ہو چکی

اس بت نے دیکھتے ہی ہمیں منہ چھپا لیا
ہم سے وداع صبر و قرار آج ہو چکی

سرخی کا ہے یہ رنگ کہ ٹپکے ہے جس سے خوں
یہ آنکھ آرسی سے دوچار آج ہو چکی

یہ نازکی ہے ہاتھ میں اس کی تو تیغ سنان
سینے سے درد مندوں کے پار آج ہو چکی

پھر ہنستی آئی برق ادھر از برائے سیر
کھیتی ہمارے دل کی جو تاراج ہو چکی

کیا تجھ سے حال دل کا دوں مت پوچھ ہم نشیں
اپنی کسی پہ جان نثار آج ہو چکی

تیغ نگہ سے قتل ہوا اس کی مصحفی
قطع امید بوس و کنار آج ہو چکی

وحشت سرا میں دہر کی ہم دیر کب رہے
سو سال بھی رہے تو بس اک شب کی شب رہے

تیغ نگاہ تیز ہی اس تند خو کی آہ
پیغام نامہ بر نہ کہیں زیر لب رہے

تھی نزع کیسی شب مری حالت جو تا سحر
بالیں پہ میری بیٹھے مرے تا صبح سب رہے

شاید کہ بعد مرگ ہو روز شب وصال
ہم جیتے جی تو دشمن عیش و طرب رہے

از خویش رفتگاں کو ترے کیا ہے امتیاز
ان بیکسوں پہ لطف رہے یا غضب رہے

وہ مست میں چلا ہوں جہاں سے کہ جس کا ہاتھ
کنج لحد میں جا بھی ساغر طلب رہے

دیکھے تجلی رخ جاناں جو مصحفی
موسیٰ بھی ہو تو ہوش میں پھر اپنے کب رہے

شور جرس کی تاب نہ تھی دل کو کیا کریں
ہم قافلہ سے دور نہیں بے سبب رہے

اس باغ کی ہوا کا نہیں مجھ کو اعتماد
تب جانوں آبرو گل و شبنم کی جب رہے

سیر چمن سے کام ہی کیا مجھ اسیر کو | آئی ہی سازو قفس کی ہوا اب مجھے
آنے کا بستر پہ رہا ہو تصور یہ کس کے آج | جنبش سے دل کی آتی ہی آواز پا مجھے
کشتہ ہوں اس کے دست حنائی کا کیجیو | مدفون بہ زیر سایۂ نخل حنا مجھے
حسرت شہید ہوں نہ مرا ذکر تم کرو | وہ کشتہ میں نہیں کہ ملے خون بہا مجھے
جاگا ہوں کتنی راتیں میں اے شور روز حشر | سونے دے نیند بھر کے ابھی مت جگا مجھے
یاران رفتہ دور نکل گئے تو کیا ہوا | پیچھے نہ چھوڑ تو تو صدائے درا مجھے
تیر بدن نے کیا جو اثر زہر مار کا | پچھتائے میرے یار پلا کر دوا مجھے

وہ قدردان ظلم بتاں ہوں کہ مصحفی
زخم دگر ہی تیغ کا مرہم بہا مجھے

گلشن کی آرزو نہ چمن کی ہوا مجھے | میں خاک رہ ہوں چھیڑ نہ باد صبا مجھے
اس راہ ہولناک میں میرا گزر ہوا | جس راہ میں کہیں نہ ملا نقش پا مجھے
میں وہ نہ تھا اجل کو جو خالق سے مانگتا | دوں ہمتی نے میری بنایا گدا مجھے
پھر چھوڑنا پڑے گا چمن تجھ کو بات مان | اے عندلیب نغمہ سرا مت ستا مجھے
آئینا کیا ہوں دور میں خود بینی دمبدم | کرنی پڑی ہی اپنی ہی اب التجا مجھے
آپ ہی کمان و تیر ہوں آپ ہی نشانہ ہوں | کس نے کیا نشانۂ تیر بلا مجھے
اس شرمگیں کا تا میں نہ ہوں باعث ملال | لا دیں نہ کاش عرصہ میں روز جزا مجھے
خواب عدم میں دیدۂ نرگس صفت میں تھا | ناحق کی تو باد بہاری جگا مجھے
معنی ہیں اس کے خاص ہم الفاظ مصحفی | کم ہی جو اس غزل کا تو دیوے صلا مجھے

ہائے رے لعل سی زیب کے بوسہ کی صدا / اس لطافت سے نہ شاخ گل سوسن ٹوٹے
کیا قیامت ہے کہ ہو تختہ گل یوں تاراج / ایک گل تجھ سے نہ اے مالک گلشن ٹوٹے
حسرت شربت دیدار نہیں گے مت پوچھ / یوں نہ پیا نہ کسی کا دم مردن ٹوٹے
نوک خنجر سے مرا زخم تو سی اے تب لرح / لطف کیا اس کا جو سوزن سے یونہیں ٹوٹے

مصحفی ہم کہ گدا گشت قناعت سے کیا
اب نہ کہنا ہو فقیری کا نہ سمرن ٹوٹے

جب دور چرخ اہل معیشت سے باج لے / کیا نام عشق پھر کوئی عاشق مزاج لے
مستغنی المزاج ہیں ایسے ہم کہ عمر بھر / حاتم کے سامنے نہ گئے احتیاج لے
جا دے اگر چمن میں ترے پیرہن کی بو / جا ہی ہے وہ نسیم صبا سے خراج لے
آوے نہ منت پہ اگر طبع روزگار / کیا دور ہی جو سنگ سے کار زجاج لے
کیا جانے کل جیوں نہ جیوں تیرے ہجر میں / لینا ہے دل تو اس کو مری جان آج لے
لشکر کشی پہ آوے اگر بادشاہ عشق! / دارا سے تخت اور سکندر سے تاج لے

خوباں نقد دل نہ دیا کوئی مصحفی
جا کر لیا کدھر میں یہ درم بے رواج لے

جو روز بد کہ چاہے فلک تو دکھا مجھے / ہو کچھ تو پھر کسی سے نہیں کچھ گلا مجھے
جا کر صدف میں قطرۂ نیساں گہر ہوا / زندان تن نے اور ہی بخشی صفا مجھے
تخت شہی سے کم بھی نہیں تخت بوریا / درکار کیا ہے سایۂ بال ہما مجھے
رنج سوال سے تو کوئی دم اماں ملے / سونے دے اپنی نیند جو دست دعا مجھے

لشکرِ گل پہ جو فوجِ دیِ و بہمن ٹوٹے
کیوں نہ غم سے کمرِ مالکِ گلشن ٹوٹے

شیشۂ آبلہ جوں توڑے ہیں تو نے اس طرح
خارِ صحرائے جنوں تیری بھی گردن ٹوٹے

تب جگر پاوے تو صحبت میں خداوندوں کی
جب یہ خود بینی کا بُت تجھ سے برہمن ٹوٹے

منتشر کیوں نہ ہوں دُرہائے معانی جس دم
رشتۂ نظمِ کلامِ سُبتِ الکن ٹوٹے

دخل بیجا کی نہیں اہلِ صفا کو برداشت
وہ ہی نازک ہے جو موتی دمِ روزن ٹوٹے

ہیں مرے آبلۂ پا یہ المِ دوست کہ ہائے
خار گر اُن سے نکالوں سرِ سوزن ٹوٹے

پائے تربارِ رہ دستی میں فلک کے نقصاں
صدمۂ مشت سے جب بیضۂ آہن ٹوٹے

مصحفی اب وہ غزل پڑھ تو کہ سُن کر جس کے
دوست سب شاد ہوں اور خاطرِ دشمن ٹوٹے

جس کے رُخ سے ورقِ عصمتِ گلشن ٹوٹے
مِسّی لب سے نہ کیوں روزۂ سوسن ٹوٹے

آرزو ہے کہ پس از مرگ مرا کاسۂ سر
اُسی سفاک کے زیرِ سمِ توسن ٹوٹے

ایک شیشے کا گلا اس نے نہ رکھا ثابت
یارب اس محتسبِ شہر کی گردن ٹوٹے

مر رہے کیوں تری دیوار کے نیچے نہ کوئی
دل میں جب حسرتِ نظارۂ روزن ٹوٹے

سخت دشوار ہے پاسِ دلِ شوریدۂ عشق
تجھ سے یہ شیشہ مبادا اے بتِ پرفن ٹوٹے

کیوں نہ سر پیٹے مری روح جو ماتم میں مرے
ہار اُس گل کے گلے کا دمِ شیون ٹوٹے

مصحفی یار کا کوئی بھی گلہ کرتا ہے
کیوں غضب تجھ پہ نہ لے عقل کے دشمن ٹوٹے

دم اسیروں کا نہ کیونکر دمِ شیون ٹوٹے
اُن کے سر کے جو پرِ طائرِ گلشن ٹوٹے

مصحفی قافیہ ہیں اس کے بہت دور نہیں
اس زمیں میں تو اگر پھر بھی غزلخواں ہووے

تا زیست آشنا نہ ہوئے عرضِ حال کے
جوں پستہ یاں سیئے ہی رہے لب سوال کے

نقاش اس کا خاکۂ ابرو نکال کے
کرتا تھا شام عید مقابل ہلال کے

ہم مثلِ موج صرف ہوں کیا عرضِ حال کے
لب ہی نہ ہوں جب اپنی زبان سوال کے

لاتے نہیں زباں پہ ہم اس کی کمر کا ذکر
بن بن کے دل میں ٹوٹتے ہیں نقشے خیال کے

تیغ نگاہِ شوخ سے جاتے ہیں باغ میں
کیا کیا ورق اڑائے نہ پھولوں کی ڈھال کے

کیا اس کمر سے پھر رگِ گل ہمسری کرے
مغرور ہو جو بار نزاکت سنبھال کے

پھنستے رہے ہیں ایسے ہی ہمراہ عاشقاں
جھگڑے سب چکے بھی ہیں کہیں ہجر و وصال کے

وحشت شب فراق کی کس سے بیاں کروں
ماری ہے ہم کو ہو گئے دیدے غزال کے

پیری کے باعث اتنے قوی ہیں خلل پذیر
پاتے ہیں ہم کمال میں نقصان زوال کے

ان سے بھی میر آزادیٔ وحشت نہ مل سکا
رہ رہ گئے غزال زبانیں نکال کے

غافل ہیں یاں جنھیں انا لیلیٰ کا مرتبہ
اپنے گلے میں سوتے ہیں ہاتھ اپنے ڈال کے

کیا جانے ڈال رکھی ہے کس رشکِ مہر نے
زنجیر زلف پاؤں میں روز وصال کے

ننگ چمن وہ ہوں بلا میں کہ تربت سے میری آہ
جاتی ہے باد صبح بھی دامن سنبھال کے

وہ ناقبول ہوں میں کہ لاشہ کو میرے آہ
ساحل پہ پھینک دیوے ہے پانی اچھال کے

نقطوں سے خال لب کے ترے دیکھتے ہیں فال
اس فن میں معتقد نہیں ہم دانیال کے

اے مصحفی ہے نقطہ و خط ہم کو خط و خال
ہم کس لیے فریفتہ ہوں خط و خال کے

اس کے جگنو کی چمک دل سے ابھی بھولی تھی
کیوں جلاتا ہے تو اے کرمکِ شب تاب مجھے

اس سکونت کا تو خاطر سے خلل مٹ جاوے
کاش سیماب بنادے دلِ بیتاب مجھے

میں صفا بحر کی اے مصحفی کب پاتا ہوں
تیرہ بختی نے دیا رتبۂ سیلاب مجھے

جس کے شریاں میں فرو نشترِ مژگاں ہووے
اُس کا ہر قطرۂ خوں کیونکہ نہ رقصاں ہووے

کیا ضیافت میں کروں اُس کی بغیر از خسِ خار
آشیانے کی مرے برق جو مہماں ہووے

میری تربت کی تو تعمیر محرم میں نہ کر
یوں ہی رہنے دے کہ تا خاک سے یکساں ہووے

سم خورش شاہ و گدا خاک میں ہو جاتے ہیں ایک
آدمی حشمتِ ظاہر پہ نہ نازاں ہووے

عشقِ چالاک چھپائے سے کہیں چھپتا ہے
شعلہ فانوس سے ممکن نہیں پنہاں ہووے

اتنی عشرت کا روادار نہیں چرخ افسوس
زخمِ تن پر مرے شکلِ لبِ خنداں ہووے

یہی خطرہ ہے دمِ ذبح کہیں خون مرا
جم کے خنجر پہ نہ رنگِ گلِ مرجاں ہووے

دل صد داغ لیے جاؤں ہوں میں دنیا سے
کیا عجب اس کا تہِ خاک چراغاں ہووے

روزِ محشر تو تو اے تیرگیِ بختِ سیاہ
اتنا کیجیو کہ رُخِ مہر نہ عریاں ہووے

ایسے دیوانے سے پرہیز ہی بہتر جس کا
جادۂ راہِ فنا چاکِ گریباں ہووے

مجھ کو مرنے کی نہیں اپنے خوشی کیا حاصل
لبِ افسوس کسی کا تہِ دنداں ہووے

شمع کی طرح بٹھا دیوے گلا کٹوا کے سر
داغِ سینہ کا تو اتنا بھی نہ سوزاں ہووے

ناتواں ایسے کو کیا فائدہ کرنا زنجیر
جس کو ہر نقشِ قدم خانۂ زنداں ہووے

اپنے مکھڑے سے تو پردہ کو اٹھا دے جوں مہر
چشمۂ آئینہ تا دیدۂ گریاں ہووے

کس تیغ سیہ تاب سے ہے اس کو تقابل — ہے ہاتھ میں شعلہ کے جو شمشیر دھویں کی

کیا بھاگئے ہے اے مصحفی گل شمع کا لے کر
لاتا ہی نہیں تاب جو گلگیر دھویں کی

مجھ کو دیکھ اس نے اگر بھوں نہ چڑھائی ہوتی — بات کوئی تو زباں پہ مری آئی ہوتی
اپنی یوسف پہ نہ مرتی وہ اگر عارض نے — تیری تصویر زلیخا کو دکھائی ہوتی
تیرے دانتوں کی چمک نے بہ گہ خندۂ ناز — آب گوہر پہ تو بجلی نہ گرائی ہوتی
منع لب میں جو نہ کرتا تو غضب لایا تھا — رات نالے نے مرے آگ لگائی ہوتی
کیوں نہ لایا تو مرے خط کا جواب اے قاصد — کچھ نہ کچھ تو نے تو واں بات بنائی ہوتی
بے دہن کیوں تری تصویر کو لکھتا نقاش — لب میں گر موج تبسم کے سمائی ہوتی
گر اجل داد کو میری نہ پہنچتی تو بھلا — کس طرح دام تعلق سے رہائی ہوتی
پنجۂ خار نے دامن کے کیے سو ٹکڑے — تہ تھا جیب پہ گر اس کے رسائی ہوتی
عکس تیرا تجھے آئینہ میں دل گو رہے حیف — بے خود اس کو ذرا آنکھ دکھائی ہوتی

خوب سمجھا جو اسیری میں موا مرغ چمن
بن دیے جان کے اس کی نہ رہائی ہوتی

خارستان خشک زبانی ہے جو دے آب مجھے — کیوں کرے ابر کرم تشنۂ سیلاب مجھے
بخت رکھتا ہے نت آئینہ بے آب مجھے — دور بھاگے ہے اگر خواہش سیماب مجھے
وہ نمازی میں ازل کا ہوں کہ طفلی میں مدام — ناخن شیر رہا حلقۂ محراب مجھے
صاحب دیدۂ تصویر ہوں میں وارفتہ — سچ جو پوچھو تو مری بیداری ہی ہے خواب مجھے

اس شاہد نہاں کا کشتہ ہوں میں کہ جس نے
کھینچی ہے درمیاں میں دیوار زندگی سے

ہر شب تو گلشن جاتے رنج و محن سے یاں کے
مانند خضر ہم ہیں ناچار زندگی سے

پیماں کی اذیتوں سے ازبسکہ آگہی تھی
کرتے تھے ہم عدم میں انکار زندگی سے

جیتے اگر نہ ہم تو کیوں ذلتیں اٹھاتے
کھائی ہے دل پہ ہم نے تلوار زندگی سے

سچ ہے اٹھائے کب تک ہر اک کی بے ادائی
آتی ہے شیفتہ کو اب عار زندگی سے

لٹ رخ پہ ہے وہ زلف گرہ گیر دشمنوں کی
یا گرد ہے آتش کے یہ تحریر دشمنوں کی

کوچے میں ترے آہ نفس سوختگاں سے
ہر موج ہوا بن گئی شمشیر دشمنوں کی

اس چہرۂ گلرنگ سے خط جس نے نکالا
کھینچی ورق شعلہ پہ تصویر دشمنوں کی

آنکھوں سے نکالے ہے لہو اشک کی جاگہ
ہے مطبخ خوباں میں یہ تاثیر دشمنوں کی

زندانی الفت کو تری شام جدائی
پھر آئی میاں دینے کو تعزیر دشمنوں کی

برباد گئی یوں نہیں تو اے آہ پریشاں
سیدھی نہ کھنچی تجھ سے بھی تحریر دشمنوں کی

قیدی ہجر گیسو میں ہوا ہیں تو پس از مرگ
تربت سے مری نکلے گی زنجیر دشمنوں کی

بجھ کر تری مجرم کا چراغ سر تربت
دیتا ہے لحد میں اسے تعذیر دشمنوں کی

پہلو آہ ہے پیچیدہ مرے مار نفس سے
صنعت سے ہو جوں کلک پہ تحریر دشمنوں کی

مضمون دل سوختگاں گر کوئی سمجھے
پیدا ہے لب شعلہ سے تقریر دشمنوں کی

کیا جی کو جلایا مرے مانی کے قلم نے ق
کچھ بات جو نکلی دم تحریر دشمنوں کی

چہرے کی جگہ آتش بے دود بنائی
زلفوں کی جگہ کھینچ دی تصویر دشمنوں کی

(ے)

آپ ہی تڑپ تڑپ کے ہم کام کر رہیں گے
صبر یہ ہمارے یار دستِ قاتل نہیں تو کیا ہے

حلق بریدہ کی سب نکلے ہے اس میں مورش
پامالِ شہیدِ بسمل نہیں تو کیا ہے

جانا تو اس گلی میں آساں ہے پر ادب سے
پاؤں کو سر پہ رکھنا مشکل نہیں تو کیا ہے

ہر صبح کاسہ برکف نکلے ہے مو پریشاں
خورشید اس کے در کا سائل نہیں تو کیا ہے

خورشیدِ معرفت کو ہم کس طرح سے دیکھیں
مشتِ غبار اپنا حائل نہیں تو کیا ہے

گر حق پرست ہے تو تو دل لگا نہ اس سے
یہ نقشِ زندگانی باطل نہیں تو کیا ہے

موجِ خطر کو ساحل سمجھے ہے عشق پیشہ
دریائے عاشقی کا ساحل نہیں تو کیا ہے

ہم شمع ساں کھڑے ہیں اور مصحفی رواں ہیں
زیرِ قدم ہے اپنی منزل نہیں تو کیا ہے

ہم صنم دم ترے عشق کا بھر گئے
جل گئے بھن گئے کٹ گئے مر گئے

زہر کھا دیکھیو جاویں گے ہم تو مر
گر سنا ہم نے تم غیر کے گھر گئے

دمبدم ہم سے تم بگڑو ہو کس لیے
آپ کے غصے سے ایسے ہم ڈر گئے

کشتۂ ناز کا دل ہوا کتنا خوش
خاک پر اس کے تم جب قدم دھر گئے

تیز تر تیغ سے اس کا جو جادہ تھا
عشق کے کھیت میں سیکڑوں سر گئے

رات دن مصحفی رو رہے ہے ہجر میں
اس پہ تم یہ میاں کیا ستم کر گئے

از بسکہ جی ہے تجھ بن بیزار زندگی سے
بہتر ہے مجھ کو مرنا اے یار زندگی سے

مر جاؤں میں تو رونا میرا تمام ہووے
شاکی ہے میری چشمِ خونبار زندگی سے

لطف کیا عشق میں جینے کا جو حاصل نہ ملے　　کاٹ ڈال اپنا گلا آپ جو قاتل نہ ملے
وسعت دنیا قلزم غم میں کوئی کیا اترے کہ ہائے　　یہ وہ دریا ہے کہ جس کا کہیں ساحل نہ ملے
خواہش وصل تو رکھتا ہوں بہت جی میں لیے　　کیا کروں میں جو مرے دل سے ترا دل نہ ملے
زلف مسلسل کا ہو اس کے تصور جس کو　　شام ہو جاوے اسے راہ میں منزل نہ ملے
یہ غضب ہے کہ مرقع سے جہاں کے ہم کو　　ورق حسن کوئی سیر کے قابل نہ ملے

مصحفی کیوں نہ ہو دشوار اسے راہ سلوک
مرد سالک کو اگر مرشد کامل نہ ملے

ہیں پرے دل سے صف عشاق کے میدان خالی　　کس کماں کش نے کیے ترکش مژگان خالی
خون دل بھرتے ہیں اس میں جو نبٹ جائے ہے　　کبھی ہوتا ہی نہیں ساغر مستان خالی
درد پہلو ہے مرا زخم طلب تو کہتا　　سنگیاں اس پہ نہ کھیچو طبیبان خالی
مجھ تلک آئی جو نوبت نمک افشانی کی　　تھا مرے زخم کے ظرف میں نمکدان خالی
ایک جاتا ہے تو آتا ہے عوض اس کے اک اور　　کبھی ہوتی نہیں یہ منزل ویران خالی
سخت ہنگامہ ہے پیچھے ترے دیوانے کے　　سنگ ریزوں سے نہیں دامن طفلان خالی
تیغ قاتل کا بھی احساں نہ اٹھایا ہم نے　　پیشتر عید سے ہم کر گئے زندان خالی
ہم کو صیاد نے دی رخصت پرواز اس دم　　غنچہ و گل سے ہوا جب کہ گلستان خالی

مصحفی تجھ پہ مجھے آئے ہے غصہ اب تو
اس قدر شغل تعشق سے ہو انسان خالی

عارف کا دل چراغ محفل نہیں تو کیا ہے　　سب اس کی روشنی ہے دل دل نہیں تو کیا ہے

گھر سے جب نکلے تو پھر کیا خیالِ خانماں
اہلِ جوہر صورتِ شمشیرِ عریاں چاہیے

خاکساری سے مزے ہم نے اٹھائے ہیں بہت
باد کا ہم خانۂ ویرانوں کو طوفاں چاہیے

آبداری پر بہت آئی ہیں وہ پان خوردہ لب
کچھ تو کم ہو قیمتِ لعلِ بدخشاں چاہیے

باغ میں جاؤں میں پیدا نہ تو گل کہنے لگے
لیجیے مجھ سے اگر چاکِ گریباں چاہیے

زندۂ جاوید ہیں جو اس کی آبِ تیغ سے
اُن کو بھی پانی کے تئیں کیا آبِ حیواں چاہیے

تا نہ عاشق کا گزارا اس گلی میں ہو کبھی
اک نیا روز اُس کے دروازے پہ درباں چاہیے

مصحفی اس نظم کا رتبہ سمجھنے کیا ہیں یار
داد دہ اس کا کوئی اہلِ صفاہاں چاہیے

ہچکیاں رونے میں گو وہ دو ہی لیتا ہے
کون زندانیِ الفت کی خبر لیتا ہے

بعد آدم کے ملی دولتِ آدم مجھ کو
حق ہے اس کا جو پسر بالِ پدر لیتا ہے

پُر ترے اڑ جاتے ہیں لاکھوں ہی گریبانوں کے
نالہ جب ہاتھ میں دامانِ اثر لیتا ہے

وہ تو محروم ہی لیکن ترے نظارے سے
چشمِ عاشق کے مزے روزنِ در لیتا ہے

نہیں بازارِ محبت میں خریداریِ دل
خام ہے جب کہ کوئی کم سے ثمر لیتا ہے

طائرِ دل کو نہ سینے سے نکالو یہ اسیر
ٹک ہوائے قفس از چشمِ جگر لیتا ہے

قبر پر جس کے دھرے ہے تو قدم وہ مردہ
پاؤں اُٹھا کر ترے آنکھیں یہ نظر لیتا ہے

نازِ بالش کا مگر شوق ہوا ہے گل کو
باغباں ہوں اسیروں کے تو پر لیتا ہے

مصحفی گو کوئی بیگانہ ہو وہ تیر مثال
وہ ہی وہ بات میں اپنا اسے کر لیتا ہے

گرد ہر گل کے صبا ہوتی ہے صدقے سو بار — اس لطافت کی بہار اب کی گلستاں میں ہے
چشمِ موسیٰ نہ یہاں تابِ تجلی لائی! — حوصلہ دیدہ کا تیری نہ ہر انساں میں ہے
مجھ سے دیوانے کی سنتا ہی نہیں بات کوئی — ورنہ کیا کیا نہ سرِ بے سر و ساماں میں ہے
سر کہ اے موج سلامت تو رہِ ساحل لے — تجھ کو کیا کام جو کشتی مری طوفاں میں ہے
اس کی تصویر پہ کیونکہ نہ پری مر جاوے — چشم پوشی کی نگہ دیدۂ حیراں میں ہے

مصحفی دیدۂ انصاف سے دیکھے تو اگر
ہر غزل سحرِ مجسم مرے دیواں میں ہے

کچھ صبا کوچے سے اس کے جو چھپا کر لے گئی — شاید اس کی مشتِ خاکِ پا اٹھا کر لے گئی
میں اگر یاں اس کی کشتی میں کبھی بیٹھا تو موج — جانبِ ساحل مری کشتی بہا کر لے گئی
اے اجل شکوہ کروں کیا تجھ سے میں تو تو مجھے — ہستیٔ موہوم کا نقشہ دکھا کر لے گئی
مجلسِ خوباں میں میں کھویا گیا ہوں کیا کہوں — کس کی دزدیدہ نظر دل کو چرا کر لے گئی
تھا جو چشمِ باغباں میں تیرے عارض کی شبیہ — باغ سے آخر صبا وہ گل اڑا کر لے گئی
میں تو روٹھا تھا نہایت باغباں سے کیا کروں — نکہتِ گل باغ میں مجھ کو منا کر لے گئی
شب کی شب بزمِ چمن میں رہ گئی فصلِ بہار — شبنم اپنا رخت پھولوں میں لٹا کر لے گئی

میں تو مقتل میں نہ جاتا تھا وہ تیغ آزما
مصحفی سر کی مرے سوگند کھا کر لے گئی

ہم کو کیا دامِ گرفتاری عزیزاں چاہیے — دوش پر بس کاکلِ خوباں پریشاں چاہیے
تیرہ بختی کا برا ہووے کہ جب کے واسطے — روز کرنی منتِ شب ہائے ہجراں چاہیے

پائی نہ شب وصل بھی کچھ ہم نے تمتع — افسوس کہ یوں دولت بیدار سدھاری
ہے آج نسیم سحری صبح سے غائب — شاید طرف مرغ گرفتار سدھاری
کیا سر کے ترے بال پڑے دیکھ کمر پر — خجلت سے عدم کو جو شب تار سدھاری
ہے روح کے کاندھے پہ گراں تن کا علاقہ — جس وقت ہوئی اس سے سبکبار سدھاری
میں بیٹھ گیا تھک کے تو ہمت مرے دل کی — کعبہ کے تئیں ہمرہ زوار سدھاری

اے مصحفی اب میں ہوں بس اندر گوشۂ صحرا
ہمسائیگی کا شہر دو دیوار سدھاری

پہنے جو جوڑا جو تو اے حور دستائی بھاری — پہلے رکھ لے مری تربت پہ تو اک سل بھاری
ہلنا ابھی بیچ میں دریا کے یہ ڈر ہے نہ کرے — میرے کشتے کو غم دوری ساحل بھاری
حشر کے دن بھی ترا کشتہ نہ تربت سے اٹھا — بسکہ چھاتی پہ دھری اس کی رہی سل بھاری
لے چلوں بزم میں کیا اس کی تجھے اے ہمدم — واں تو ہو جاوے ہے خود مجھ پہ مرا دل بھاری
تن کا یہ حال ہے بار غم دنیا کہ ہے جوں — گٹھری کاندھے پہ رکھے رہرو منزل بھاری
اس ادا کا میں ہوں کشتہ کہ چھڑی پھولوں کی — ہے تری نازکی دست پہ قاتل بھاری

مصحفی رات مگر باغ میں نالہ بر سے
کان کو لگتی ہے آواز عنادل بھاری

بن رہا جا پہ مرے مجلس خوباں میں ہے — ہر سراسیمہ یہ پروانہ چراغاں میں ہے
مہ کنعاں کا ٹھکانا نہیں لگتا جو ہنوز — سر اندیشۂ یعقوب گریباں میں ہے
آج پہلو میں مرے درد سا کچھ ہوتا ہے — دل کسی شخص کا شاید ترے پیکاں میں ہے

کوئے عشاق سے گزرا نہ وہ کافر ورنہ — لوگ رستہ کے بہ تقلید شرابی ہوتے
ماہ ہی بس ہیں گو کہ نہ ہووے خورشید — زردہ کیوں ڈھونڈتے فرنی کی رکابی ہوتے
نیم رنگ اس کی حنا دیکھ نہ مرتے گر ہم — پھول تربت کے ہمارے نہ گلابی ہوتے

مصحفی نالہ خموشی سے کیا میں نے بہ دل
تا کجا تار نفس تار ربابی ہوتے

بحث اس سے میرے وقت ملاقات بڑھ گئی — باتیں ہوئیں کچھ ایسی کہ بس بات بڑھ گئی
بولا نہ مرغ صبح نہ آئی صدائے آہ — یا رب شب فراق کی کیا رات بڑھ گئی
اصلاح بھی ضرور رہی اب اس کی شیخ جی — ڈاڑھی تمھاری قبلۂ حاجات بڑھ گئی
پہونچے تھا اپنا دست ہوس جس پہ گاہ گاہ — وہ شاخ میوہ دار بھی ہیہات بڑھ گئی
جس دن سے ان پہ پردہ پوشیدگی پڑا — اس دن سے قدر عالم جنات بڑھ گئی
دیں گالیاں جو تو نے صنم اک غریب کو — کیا گالیاں دیئے سے تری ذات بڑھ گئی

دے مصحفی کو نعمت و دولت تو اے کریم
تا سب کہیں کہ اس کی اب اوقات بڑھ گئی

پردہ جو اٹھا رخ سے شب تار سدھاری — آنکھیں جو کھلیں حسرت دیدار سدھاری
کوچہ ہی یہ کس کا کہ جہاں آتے ہی ناگہ — پاؤں سے مرے طاقت رفتار سدھاری
ہمسایہ جو اس کا میں ہوا گریہ سے میرے — برسات نہ آئی تھی کہ دیوار سدھاری
تھا نوحہ لب زمزمہ سنجان چمن پر — شب باغ سے کیا نرگس بیمار سدھاری
مرتے ہی مرے ٹوٹ گئی ہو کے وہ ٹکڑے — ادھر میں ادھر آپ کی تلوار سدھاری

شاید نہا گیا تھا دریا میں وہ کہ جس پر
لہروں سے گنج بیچ ہم تاو اور چل رہی تھی

گو دستی پہ آئی چین جبیں نہ لیکن!
اس پر بھی وہ نہ نکلی ابرو میں جو کجی تھی

وہ تلخ بادہ ساقی ساغر میں بھر کے لایا
جو ہم کہیں کہ ہم نے اپنی گرہ سے پی تھی

مے پینے سے وہ عارض کیا لالہ ہو گئے تھے
اک نازکی کی ان پر تہ سی چڑھی ہوئی تھی

کوئی گرفتہ دل کیا آیا تھا شب چمن میں
دیکھا جو غور سے ہا جو پھول تھا کلی تھی

کیوں آب تیغ قاتل تو نے پیا نہ اے خضر
تجھ کو عزیز اتنی کیا اپنی زندگی تھی

برچھی سے اس نگہ کی ہم مصحفی بچ آئے
مرنے میں کیا رہا تھا کچھ اپنی زندگی تھی

لگے جو ہاتھ ہمارے نہیں نہ بنتا کوئی
تو پکڑے ہاتھ کوئی کھینچے آستین کوئی

نقاب مہر درخشاں نہ ہو سکے افلاک
چھپے رہے پردوں میں وہ روئے آتشیں کوئی

کہوں تو کس سے کہوں اپنا درد دل ہیہات
نہ آشنا نہ مصاحب نہ ہم نشیں کوئی

گئی ہے عقل مگر چرخ بے مروت کی
مسافروں پہ بھی کھینچے ہے تیغ کیں کوئی

طرح اولیٰ کی جو خلقت میں ہم آبی ہوتے
اپنے ہی واسطے بنیاد خرابی ہوتے

وہ جو سوتے ہیں فراغت سے بگولوں کے سینے
کاش اک شب ہدف تیر شہابی ہوتے

عمر کی نوبت کا ہم مرثیہ پڑھتے جو کبھی
آن کر خضر و مسیح اپنے جوابی ہوتے

اپنی قسمت میں تو محرومی جاوید تھی آہ
ورنہ ہم شیفتہ روئے نقابی ہوتے

ہم کو دشوار تھا پھر روئے زمیں پر رہنا
کوکب بخت ہمارے جو شہابی ہوتے

جام تیغ ہے تو پیتا آبِ دمِ شمشیرِ نگاہ — تشنۂ حلقوم ہے جوں خنجرِ براں چلیے
پاسِ ناموس تھا یہ رخصت نہیں تھا کہ کہوا — دادخواہی کے لیے تا درِ سلطاں چلیے
چاک دامن کو پہنچا ہے گریباں سے کوئی — تو یہ کہتا ہے کہ پھر سوئے گریباں چلیے

قوتِ بازوئے قاتل جو ہو نسیا ہو
زخم ہو کہیے تا راہِ شہیداں چلیے

بہار آئی ہے اور اس پہ اپنی خوش نصیبی ہے — کہ ہر دوکان پر خالی دھری پھونکی تھیلی ہے
برائے امتحاں یاں ہم بھی اک بیمار لائے ہیں — کریں معروف اس پہ جتنی ان طبیبوں کی طبیبی ہے
ادا کرتی ہے جو یہ گل سے دیکھے کو اس رتبہ میں — صبا بہرِ خدا یہ بھی کوئی طرزِ ادیبی ہے
کہو اس شیخ سے اوروں کو کھینچے ہے زنارِ ظالم — تری زلفِ چلیپا ہی ہمیں خطِ صلیبی ہے

گلہ کس کا کریں یاں مصحفی ہم ہجر کی شب میں
خود اپنی دشمنِ جاں آہ اپنی ناشکیبی ہے

برق چمکی جو آئینے میں ترے رخساروں سے — جا لگے مرغِ چمن باغ کی دیواروں سے
دوریِ گل سے اگر صدمہ قفس میں پہنچا — تو اسیران کے ہے خوں ٹپکے ہے منقاروں سے
کتنے ناداں ہیں کہ اس انجمنِ فطرت میں — بیہشی مانگتے ہم آئے ہیں ہشیاروں سے
غم بڑا یہ ہے کہ اس فصلِ بہار آنے تک — کوئی جیتا نہ بچا تازہ گرفتاروں سے

لیلۃ القدر کا فیض ان کو ملا ہو شاید
کوئی پوچھے تو شبِ ہجر کے بیداروں سے

اس کے خیال نے جو شب مجھ سے صلح کی تھی — صلح اپنے ساتھ مجھ کو اک جنگِ زرگری تھی

ہوا ہے مصحفی کم اب یاں قدر کمینہ رذیلوں کو
اب اس کے نام کے لینے میں عار آتی ہے

ابھی نہ آئی یہاں قلیں پکار اٹھتا ہے
دور سے گرد ہی صحرا میں غبار اٹھتا ہے — کشتہ ناز ترا روز شمار اٹھتا ہے
ہیم جاں سے کوئی جاتا جو نہیں آنکھ تر یاں — یوں بھی دنیا سے کوئی لے کے دل زار اٹھتا ہے
ساتھ جب حسرت و ارماں کے چلا تو خوش ہوں — تیرے کشتے کا جنازہ شب تار اٹھتا ہے
تانہ ہو دن کو وہ باعث تری رسوائی کا — ہائے گل سے سنا ہو کہیں خار اٹھتا ہے
اہل کاوش ہیں سدا لازم نازک طبعاں — آزردہ مند کئی بوس و کنار اٹھتا ہے
نشہ شربت دیدار ترا حشر کے دن — کیوں دھواں سا بسر خاک مزار اٹھتا ہے
مشتعل گر نہیں مدفون کا ترے آتش دل
مصحفی پھر قلق اس کا مجھے کرتا ہے تباہ
ٹک بھی پہلو سے جو بے دست دل زار اٹھتا ہے

بہ پیری اگر ہم جوانوں میں بیٹھے — تو غمگیں سے شاد مانوں میں بیٹھے
توانا جو تھے وہ ہوئے کب کے راہی — ہم اک رہ گئے ناتوانوں میں بیٹھے
عدو اہل شکستوں کی تب یار سمجھا — گئی تیر جب استخوانوں میں بیٹھے
میں کس طرح دیکھوں رقیبوں کی شوخی — کہ لیں چٹکیاں تیری رانوں میں بیٹھے
زباں منھ میں رکھتے ہیں میاں مصحفی ہم
رہیں کیوں کے پھر بے زبانوں میں بیٹھے

دو قدم بھی جو کبھی ہمرہ جاناں چلیے — غیرت عشق کہے اب سوئے زنداں چلیے

تو زندگی ہی میں بیا اب ننگ زیست بن مٹی
یہ جان ہووے گا اک دن ترا وطن مٹی

وہ تیرے آتے ہی یا کنج لحد میں اُٹھ بیٹھا
پڑی تھی جسم پہ جس کے ہزار من مٹی

ملا میں خاک میں یاں تک تری جدائی سے
کہ رفتہ رفتہ مرا ہو گیا بدن مٹی

خدا نے آدم خاکی کو خود کیا گویا
رکھے تھی ورنہ کہاں طاقت سخن مٹی

دلا تو گور غریباں کی جا کے سیر تو کر
کہ آوے تجھ کو نظر ساری انجمن مٹی

ذرا تو دیکھ تو فیض ہوائے فصل بہار
یہیں دکھاتی ہے کیا کیا چمن چمن مٹی

بنایا مجھ کو تبرک یہ عشق نے پس مرگ
کہ لے گئے مری تربت کی مرد و زن مٹی

مرے مزار پہ جس دن سے رکھ گیا تو پاؤں
ہنوز دیتی ہے بوئے گل و سمن مٹی

ملائک اُس کو عبیر کفن کریں ہیں کہ ہے
گلی کی تیری بہ از نافۂ ختن مٹی

وہ تازہ گل جو نہیں مصحفی تو لگتی ہے
ہماری آنکھوں کو سیر گل و چمن مٹی

نسیم گل سے مجھے بوئے یار آتی ہے
گلی سے کس کی یہ باد بہار آتی ہے

کیا ہے خاک کو نم اس کے اشک شبنم نے
چمن سے تب تو ہوا بے غبار آتی ہے

الٰہی مجھ کو تو جیتا نہ رکھیو اس دن کو
سنا ہے میں کہ شب انتظار آتی ہے

قدم کو رکھ کے مری خاک پہ وہ یہ بولا
کہ اس زمین سے بوئے مزار آتی ہے

ترا بھی کیا کسی گل سے لگا ہے دل سچ کہہ
چمن میں کیوں تو صبا بار بار آتی ہے

یہ کس نے کھولی ہے زلف یا یہ کاکل پیچاں
جو موج دوڑتی ہوئی بے قرار آتی ہے

گیا ہے کیا کوئی دشت جنوں سے آبلہ پا
جو آج سرخ نظر نوک خار آتی ہے

مصحفی شعر سادہ کہنے میں!
وقت کا اپنے تو نغانی ہے

نقاش نے پہلے مری زنجیر نکالی — بعد اُس کے مرے پاؤں کی تصویر نکالی
اے نالہ کیا اندر دل یار کو پتھر — یہ تو نے عجب طرح کی تاثیر نکالی
زنداں سے تو آزاد کیا عشق نے مجھ کو — لیکن نہ مرے پاؤں سے زنجیر نکالی
جب لکھنے پہ آیا قلم شوق نے اپنے — ہر لحظہ نئے رنگ کی تحریر نکالی
قاصد نے مرا نامہ دیا اس کو تو اس نے — جو سطر پڑھی اُس میں بھی تحریر نکالی
فرقت میں رکھا چرخ جفا کار نے مجھ کو — ابھی گنہ عشق کی تقدیر نکالی
اے مصحفی سو بھی نہ زلیخا کو فراغت
جب وصل کی صورت سر تعمیر نکالی

ایک دن وہ تھا کہ حیرت آتی تھی تب آئینہ سے — یا نہیں فرصت اُسے اِک دم بھی اب آئینہ سے
اس کو کیا کیا ناز و شوخی کی ادا ہیں یاد ہیں — رو ٹھ جاتا منھ پھیر اپنے سبب آئینہ سے
وہ دوچار حسن خوبی ہم دوچار یاس تھا — روز روشن ہو گیا ہو اپنا شب آئینہ سے
سنگ دل کو اس کے اتنا موم کس نے کر دیا — ہو گیا جو انس اُسے اے میرے رب آئینہ سے
سنگسار نا زخوباں ہیں تہیں اب جا ہیے — دل شکستن کا کریں تا دادِ طلب آئینہ سے
مصحفی جا دے خرید ادی کو گر دہ شاہ حسن
گنج زر پیدا کریں اہل طلب آئینہ سے

لباس جام میں ہیں صورت دہن مٹی — یہ کس کے تھی لب میگشن پہ بوسہ زن مٹی

پھر تیغ جفا ہم پہ تم تیز لگے کرنے — پھر دل کو لگا لے کر پرہیز لگے کرنے
پھر دامن مژگاں ہم گل بیز لگے کرنے — پھر خون دل اشکوں سے آمیز لگے کرنے
پھر دل سے لگا کرنے طوفانہ ہم آغوشی — پھر رخش ہوس کو ہم مہمیز لگے کرنے
اغیار سے ملنے کا پھر بیہودہ شکوا ہے — جب اس کی جفائیں سب انگیز لگے کرنے

اے مصحفی سن سن کر ہر شام و سحر تجھ کو
طوطے کی طرح کتنے یاں ریز لگے کرنے

وہ کیا بنے گا اتنے میں ہم آپ کیا بنے — گو ہم سے بگڑ کر کوئی اب خوشنما بنے
تا درد دل پہ ہاتھ کو اپنے دھرے رہو — یارو ہمارے درد کی جب تک دوا بنے
سایہ میں گو ہما کے پلے اس کو تربیت — ممکن نہیں کہ جغد کا بچہ ہما بنے
خاک مزار کشتۂ مژگان یار سے — سبزہ اگے تو چاہیے دست دعا بنے

اچھا تو ہے ترا دل پر درد مصحفی
گر کاروان نالہ کشاں کا درا بنے

زخم ہے اور نمک فشانی ہے — دوستی دشمنی جانی ہے
نقش یا دل پہ ہے چہرۂ یوسف — اور ترا چہرہ نقش ثانی ہے
تیرے کوچہ سے تا بہ ہیچ رفتار — ہم کو اتنی ہی ناتوانی ہے
اس پہ پروانے کو ہجوم کر یا — شمع کی وہ ہی کم زبانی ہے
اس سرا میں سبھی مسافر ہیں — یعنی جو ہے سو کاروانی ہے
عالم اس کی صفا کا مجھ سے نہ پوچھ — نظم میں تیری جو روانی ہے

کیونکہ کہیے کہ ادا بندی ہے
شاعری کیا ہے ہوا بندی ہے

کیونکہ ہم خون نہ رووین تب عید
یار مشغول حنا بندی ہے

در پہ بیٹھے ہیں ترے بے زنجیر
یہ عجب طرح کی پابندی ہے

نہیں پڑھتا مرا نسخہ عطار
بسکہ مصروف دوا بندی ہے

شوخ مضموں سے حذر کرتے ہیں
شعر میں جن کے حیا بندی ہے

مژدہ اے حسرت نظارہ کہ واں
گرد چلمن کے ردا بندی ہے

ہر نفس تازہ غزل کہتے ہیں
ہر نفس تازہ نوا بندی ہے

مصحفی شعر میں تو یاد ہمیں
روز صورت کی ادا بندی ہے

باقی ہے جو کچھ دُرد تہ جام یہی ہے

تو بہ کہ ترے لیے دل ناکام یہی ہے
غارت گر خواب و خور آرام یہی ہے

دیکھا کے تھا دور سے اس نے مجھے بولی
میں نے یہ کہا سچ ہے مرا نام یہی ہے

تو یہ کہ کہا اس نے مجھے غصہ میں آ کر
ہاں صاحب غیرت کو تو دشنام یہی ہے

ہم بھی تھا یہ کھلیں گے تری جنبش لب میں
مدت سے جو رنگ شفق شام یہی ہے

کیا خون میں یہ ڈوبے ہیں تری کشتہ کے قاتل
میں مرو سیاہ تھا ہو لہو مرا کام یہی ہے

کیا غم ہے جو مارا بھی گیا عشق بتاں میں
یعنی ترے بیمار کا پیغام یہی ہے

قاصد اسے کہیو کہ دم نزع تو آنا
آخر ہوئی جب عمر تو تو یہ سمجھا اب کہ
اے مصحفی خورشید لب بام یہی ہے

اُس کے کوچے میں سدا مجھ کو نظر آتا ہے گو — بستۂ زلف کوئی رفتۂ رفتار کوئی
آٹھ آٹھ آنسو نہ کس طرح سے روتی شبنم — صبح تک تھا سبب رونق گلزار کوئی
جو عمل میں نے کیا دور صلاحیت سے — تیرہ رخ پیدا نہ کرے مجھ سا زیاں کار کوئی
خم ابرو کا تصور جو کبھی کرتا ہوں — مجھ پہ دوڑے ہے کوئی کھینچ کے تلوار کوئی
عکس تیرا ہی کھنچا ہے سدا آئینہ میں — نیچے کرتے ہیں نظر طالب دیدار کوئی
شرم الفت اسے کہتے ہیں کہ مرتے مرتے — حرف آیا نہ بیاں بر لب اظہار کوئی
پل پڑا دست جنوں جامۂ عریانی پہ — جیب گریباں میں باقی نہ رہا تار کوئی

وہ بھی خود بے خبری میں ہے اسے کیا غم ہے
کون پوچھے خبر مصحفی زار کوئی

دینے لگا جو مجھ کو شب وہ نگار بوسے — گن کر لیے ہیں اس کے لب کے ہزار بوسے
عاشق کی عمر از بس معشوقی میں کٹی ہے — مانگے ہے اب تلک اس کے خاک مزار بوسے
جب پیار سے پیاری صورت اس کی نظر پڑی ہے — آتے ہیں دل سے لب تک ہو بیقرار بوسے
ترک ادب نہ ہو تو ہاں اے تصور یار — تیرے لپٹ کے لیجے بے اختیار بوسے
اپنے دہن کو رکھیں ہم اُن لبوں پہ کیونکر — ہوتے رہیں مدعی کے جس سے دو چار بوسے
دو گالیاں بھی جس نے ہم سے عزیز رکھیں — مشکل ہے یہ کہ پاویں ہم اس سے چار بوسے
یاں آگے آگے تو چل لیتا چلے گا پیچھے — نقش قدم کے تیرے یہ خاکسار بوسے

رخصت طلب ہے تجھ سے اب مصحفی مجنوں
پائے جنوں کو دے لے اے نوک خار بوسے

آشیانہ پہ نہ بلبل کے پڑا اک پھول بھی　　　اور چمن سب آتشِ گل سے چراغاں ہو گئے

اک نگہ نے تیری ڈالا سو مسلمانوں پہ سحر　　　اک ادا میں تیری سو کافر مسلماں ہو گئے

زندگی میں وہ جو دیتے تھے غریبوں کو کفن　　　اُن کے لاشے خاک میں ڈالے تو عریاں ہو گئے

کوڑی کوڑی کو بکتے ہیں گل کشورِ دلی کے بیچ　　　حسن کے مالک جو تھے وہ ایسے ارزاں ہو گئے

روح نے جن کی کیا جا چرخِ اطلس پر قرار　　　فردِ اعلیٰ دفترِ تن کے وہ انساں ہو گئے

کچھ اسیری کا بھی ہمیں پرواز یہ جھگڑا کہ ہم　　　تا بہ دیوارِ قفس اُڑنے کو حیراں ہو گئے

کل تو تا نے کچھ ہمارے رخصتِ لب بھی نہ تھی　　　آج کیوں دانتوں بے خود ہمارے زنداں ہو گئے

رکھ دیا خنجر گلے پر تنگ آ کر روزِ وصل　　　رشک کے مارے ہم اپنے دشمنِ جاں ہو گئے

نام کی فہرست کس کس کے لگی ہے باغباں　　　سیکڑوں اس باغ میں ہم سے نواخواں ہو گئے

مصحفیؔ افسوس اس آتش زبانی پر بھی ہم
بزمِ خوباں میں حریفِ آب دنداں ہو گئے

اس کے بھی دھیان پر نہ چڑھا رنگِ شاعری　　　سحباں کو ہم سمجھتے رہے ننگِ شاعری

یہ بھی نئی پسند ہے لعلِ سخن کو چھوڑ　　　گر اب کوئی پسند کرے سنگِ شاعری

ممکن نہیں کہ شہرتِ سعدی مٹا سکے　　　خواجہ کا شور و غلغلۂ رنگِ شاعری

دم بند کر دیا مری تحریرِ کلک نے　　　اُن کا جواب سنتے رہے جنگِ شاعری

بے عقل تیرے حق میں کہے کچھ تو مصحفیؔ
تو یہ سمجھ چڑھے ہے اسے بھنگِ شاعری

شاہدِ حسن ترا ڈھونڈے ہے خریدار کوئی　　　جنس موجود ہے گر ہووے خریدار کوئی

اگر نہ تھا کفِ مشتاق نپٹ تر دامن | نکل گئی ہے یہ چلنیاں اس کی پھر کہاں ساری
ادائے شکر ہو تحسینِ گل کا تب مجھ سے | برنگ خار میں ہیں جب بن گیا زباں ساری
یہ کس کی غربت نے سر اپنا اس پہ پٹکا ہے | لہو سے تر ہے جو دہلیز گلستاں ساری
کیا ہے جو ذبح تو نے ملے در پیغ یہ تر ہوتا | بھری ہے جو خوں سے تری تیغ کیوں میاں ساری
لکھا خط اس کو جو تو گا ہے تو شیر پشیماں ہے | قلم تراش سے کاٹیں ہیں انگلیاں ساری

یہ مصحفی نے غزل لکھی اس فصاحت سے
کہ جس سے ہو گئی منقش بزم دوستاں ساری

قاتل کے کو سے آئے جو ہم نیم جاں لیے | قاضی کے سامنے گئے یہ داستاں لیے
پھرتی ہے جو اس گلی میں ابھی تک نسیم صبح | مشت غبار عاشق بے خانماں لیے
آخر چمن تو لٹتا ہے نقصان کیا ہوا | دو چار گل جو ہم نے بھی اے باغباں لیے
مانی ترکے ورق کو مرقع میں صرف کر | میں اس کی شکل کے ابھی بوسہ کہاں لیے
درد فراق و حسرت دیدار اپنے ساتھ | شہر عدم کو ہم گئے یہ ارمغاں لیے
یاد آتے ہیں وہ روز کہ پھرتے تھے دیر میں | سر پہ سبوئے بادہ ہم اے میکشاں لیے
اک خار بن نے اس کو جگہ شاخ پر نہ دی | بلبل بہت چمن میں پھری آشیاں لیے

باقی نہیں کچھ اس میں مگر طاقت سخن
پھرتے ہیں جسم مصحفی ناتواں لیے

مشت خاک گور سے وحشت میں ہم یاں پھنک گئے | آہ کیا کیا آشنا آنکھوں سے پنہاں ہو گئے
ہجر کی شب تب ترے خنجر کی طرح گڑی تو ہائے | اس کے دکھ دینے کو نیر تارے نمکداں ہو گئے

وا ہی جیسا دن سے دکاں حسن کی تیرے گھر میں　　مشتری بر سر بازار نہیں جاتا ہے
اس کے بیمار کے بالیں پہ پشیماں ہوگا　　کیا مسیحا تو دم باز پسیں جاتا ہے
در تلک آ کے ذرا جھانک تو لے تو اس کو　　اک جوان جان سے اے ترکِ وفاکیش جاتا ہے
میں نہ سمجھا تھا کہ نالہ ہے ضعیفوں کا ضعیف　　لب تلک آتے ہی تا عرش بریں جاتا ہے
کس کی یہ نعش مقدس ہے کہ جس کے ہمراہ　　سر برہنہ کیے جبرئیل امیں جاتا ہے

مصحفی چشم وفا اس سے نہ رکھ زنہار
کوئی اس کا دل خوں کردہ کبھی جاتا ہے

گلبن کو رشک ہے نہ نشیمن کے بوجھ سے　　کانپے ہے طائرانِ نو اڑن کے بوجھ سے
کیونکر گراں ہو روح نزار اس تن کے بوجھ سے　　کشتی نہ ڈوبے بحر میں آہن کے بوجھ سے
ہے بسکہ ناتواں یہ تری زندگی وبال　　عاجز ہوا ہے وہ سر و گردن کے بوجھ سے
اللہ ری نازکی کہ جواب سلام کو　　ہاتھ اس کا اٹھ کے رہ گیا سمرن کے بوجھ سے
ازبس عزا ہیں ہو کے سبک چشم خلق میں　　بھاری ہوئی نہ نعش مری تن کے بوجھ سے
مقدار عرش عظمت باری میں آسماں　　کم وزن تر ہے دانۂ ارزن کے بوجھ سے
سینے کا کر نہ قصد مرے زخم کے مسیح　　لگتی ہے ٹھیس اسے سر سوزن کے بوجھ سے
بحر عدم کی تہ کو گیا ہے جہاز عمر　　آخر سیاہی شب مردن کے بوجھ سے

اس نوجوان کو مصحفی کیونکر اٹھائیے
بوجھ اس کا اب زیادہ ہے بچپن کے بوجھ سے

سنائی اس کو جو میں اپنی داستاں ساری　　خوشی میں رات کٹی اس کی ہمدلانہ ر

اس کی کیا تقصیر ہے جو دب گیا ہے ان کا نوٹا — یہ دل دیوانہ اُن پاؤں کی زنجیروں کے ہاتھ
جن گداؤں کے گئی ہے مغفرت پیالے شام — دیدۂ حسرت سے تکتے ہیں وہ کشکولوں کے ہاتھ
کون سا پیکاں نہیں سر تا بہ سر سے تو نے — تا بہ ساعد تو حنائی ہیں ترے تیروں کے ہاتھ

سامنے تیرے وہ کس رند سے ہے یارب بخش دے
مصحفی کے شعر یہ ہیں تجلی سے آتے تیری ہاتھ

اگر نہ تیغ سرا کب بوستاں کاٹے — رگ حیات کو مستوں کی باغباں کاٹے
ہمیں نہ اسیر ہوں وحشی کہ جب بہار آئے — قفس کو اپنے بہ منقار تیلیاں کاٹے
نہ تن کو سر سے ہو پیوند پھر معاذ اللہ — گلا کسی کا تری تیغ امتحاں کاٹے
مزے بہار کے لوٹے ہیں خوب بلبل نے — رہے قفس میں بھی اب چند روز یاں کاٹے
جگایا خواب سے غنچہ کو صوت بلبل نے — اسی گناہ پر اس کی کوئی زباں کاٹے
جو موئے سر سے ترے ہمسری کا دعویٰ ہوا — چمن میں گیسوئے سنبل کو باغباں کاٹے
میں کب سے تشنہ کو تڑپوں کہو قاتل کو — جہاں نہ پانی ہو گردن مری وہاں کاٹے
مجال حرف نہیں اس کے سامنے مجھ کو — کسی کی تیغ خموشی نہ یوں زباں کاٹے

نہ بتکدے میں لگے اس کا دل نہ کعبے میں
بقیہ عمر کو پھر مصحفی کہاں کاٹے

زلف عاشق کے لیے مار سیے پھرتی ہے — اور جو ابرو ہے سو تلوار لیے پھرتی ہے
شیخ مغرور ہی اسلام پہ کیا ساتھ لیے — تیری تسبیح تو زنار لیے پھرتی ہے
نذر کو کس گل نورستہ کے دامن میں نسیم — جھڑکے پھولوں کا اک انبار لیے پھرتی ہے

ہم تو کچھ سمجھے تھے انجام محبت میں وصلے | ماجرا دیدۂ خونبار رہا کچھ کا کچھ

قدر تھی اس کی بڑی عالم آزادی میں | عیشِ دل ہوکے گرفتار ہوا کچھ کا کچھ

اس کی مجلس میں جو مذکور چلا کچھ میرا | سنتے ہی رنگِ رخِ یار ہوا کچھ کا کچھ

ہم سے کچھ اور کہا اس بتِ ہرجائی نے | غیر سے وعدۂ دیدار ہوا کچھ کا کچھ

مصحفی میں تو عبادت کا کیا تھا ساماں
پر عمل مجھ سے شبِ تار ہوا کچھ کا کچھ

تھا جو شعرِ پست سروِ بوستانِ ریختہ | اب وہی ہے لالۂ زردِ خزانِ ریختہ

خشک کرتے ہیں جو فکرِ خشک میں اپنا دماغ | جانتے ہیں اس کو مغزِ استخوانِ ریختہ

فہم میں اتنا نہیں آتا بحکمِ رائے پست | اس بلندی سے گھٹی جائے ہے شانِ ریختہ

ہے رگِ ابرِ بہاری ہاتھ میں میرے قلم | رشکِ جنت جس سے ہے یہ گلستانِ ریختہ

خوانِ یغما میں کہ بھیجا ہر کس و ناکس کے ہاتھ | نطعِ سلطاں کا جو تھا مخصوص خوانِ ریختہ

چاند تارے کا ڈوپٹہ میں دیا اس کو بنا | ورنہ اس زینت سے کب تھا آسمانِ ریختہ

رفتہ رفتہ ہائے اس کا اور عالم ہوگیا | نظم سے اپنا گرا نظمِ بیانِ ریختہ

جب سے معنی بند کا چرچا ہوا اے مصحفی
خلط میں جاتا رہا حسنِ زبانِ ریختہ

جنگجو یوں نے بتائے مجھ کو شمشیروں کے ہاتھ | کاٹ ڈالے ہیں مرے نالوں کی تاثیروں کے ہاتھ

اس کے مقتل میں نہیں شاید کہ کشتوں کا شمار | ہیں ملائک سے بلند آہنگ تکبیروں کے ہاتھ

اشتیاقِ وصل میں تیرے سکے ہیں جو جواں | ہیں کفِ افسوس باہم ان جواں پیروں کے ہاتھ

دھنک سے سُرمے کی دلبر کی نگہِ شوخ و چشم — کوئی ہو کہ صید جو پھر زدہ ہوئی کمانِ نگاہ
بُرا ہی ہو جب دشمن کی تیر سے زہ تیشن — ضرور باشہ مردم نہ درمیانِ نگاہ

نہ تاب نورِ تجلّی کا لا سکا نہ سہی
فروغِ حُسن ہوا باعثِ زیانِ نگاہ

حیا کی رنگ کہیں تہمت نہ تم پہ آئینہ — دمبدم دیکھا نہ کیجے بہ ناز پروردہ آئینہ
سبب وحشت کا عاشق سے سکندر ہو سکے تو کیا آئینہ — ہو گیا ہوں کہ تمہاری ناز پروردہ آئینہ
سادہ رویوں سے جو میں دیکھتا تھا الفت کبھو — میری تربت پہ چڑھائے ہیں وہ لا کر آئینہ
رشک کے مارے نہ ہو کیوں شیشۂ دل چور چور — بن گیا ہے دیکھ میں تا تیرے ہمسر آئینہ
مُنہ نہ دیکھا لیں کے سے تیرے ہیں حیا سے تیرا بال — جو نظر آتا ہے شکل دیدہ نہ آئینہ
خود بخود آرسی ناچیز لباں ہے بہ ہم — کس لیے لایا بنا کر تو سکندر آئینہ
دیدہ بازوں کا بُرا کو جہ مجھ دشمن رقیب — اور تو کوئی نہیں الّا یہ کافر آئینہ

کس کو دیکھا ہے کہ ہے آسا بزم ہستی سے تمہی
ہجو آسا دیکھ وہ حیران ہو ششدر آئینہ

تیغ کی شدت سے دل زار ہوا کچھ کا کچھ — سوکھ کر اور یہ بیمار ہوا کچھ کا کچھ
اپنے مجروح کی تب آ کے خبر لی اُس نے — جب کہ حالِ دلِ افگار ہوا کچھ کا کچھ
دن بدن بڑھتی گئی رونقِ ایامِ شباب — رفتہ رفتہ وہ طرحدار ہوا کچھ کا کچھ
ہم بھی جیسا ہی کئے تیغ سے جفا میں اس کی — جس قدر چرخ جفا کار ہوا کچھ کا کچھ
رنگ بے صبری دل پر مرے آئی نہ شکست — گر چہ رنگِ گل و گلزار ہوا کچھ کا کچھ

نہ کیونکہ پیری میں ہو جائے سوزِ عشق ضعیف — چراغِ صبح کا ہوتا ہے مضمحل شعلہ
سبب یا کمینے کے دیکھا فروغِ روشن دل — نہ ہووے بے مددِ خس تو مشتعل شعلہ

نہ دل گداختہ تب مصحفی سے بنے اکسیر
رکھے نہ باقی مس تن میں جس کے ظل شعلہ

چھپے چھپے ہی جلاتا ہے مضطر دل شعلہ — نہ دیکھا عشق کی آتش کا مشتعل شعلہ
میں تیرہ بخت ہوں اے برق دور رہ مجھ سے — نہ لا بہ تودۂ بارود تا منفعل شعلہ
خدا کے واسطے اے عشق تو انھیں نہ جلا — ہے اُن کے سوختہ جانوں کی آب و گل شعلہ
کبھو قبول جراحت کرے نہ جسمِ لطیف — نہ ہووے تیغ کی برش سے منفصل شعلہ
عذارِ سرخ سے کیا رو کشی کرے گا ترے — ہے رنگ زرد سے خود اپنے منفعل شعلہ
جس انجمن میں میں آتش زباں ہوں گرمِ سخن — زباں درازی سے ہوا ہے منفعل شعلہ

حذر ضرور ہے یاروں کو مصحفی مجھ سے
بنا ہوں آگ کا میں اور ہے میرا دل شعلہ

تھی نہ نالے سے اپنی ہوئی زبانِ نگاہ — لگی تھی دل پہ مرے کس گھڑی سنانِ نگاہ
کسی پہ عاشق و معشوق کا نہ بھید کھلا — ہزاروں رمز کی باتیں ہوئیں میانِ نگاہ
تجھے مقابلِ آئینہ دمبدم رہنا — تری بلا سے کسی کا ہو گر زیانِ نگاہ
دوا ضرور ہے پیری میں دیدۂ آئینہ رو — ضعیف کرتے ہیں عینک سے امتحانِ نگاہ
عزیز دیدہ بہت سے آنا مرا گراں گزرا — ہوا میں مثلِ گل چشم میہمانِ نگاہ
چمن میں شوق سے منہ کھولے پھر تو پاک نہیں — بہار دیدۂ نرگس میں ہے خزانِ نگاہ

مت پانی پی تھی تمنا میں ترے آنے کی ادا دیکھ — کچھ ہو گئی نزاکت سے ترے جانے کی ادا دیکھ
تا سینہ مرے کھینچ کے تک تیرے دم رقص — تو اس کے ذرا ہاتھ زمانے کی ادا دیکھ
کیا کیجے کہ ہے بادہ نشیں تیرے بغیر بجا سے — مسجد میں ترے منہ کے پھیرنے کی ادا دیکھ
لے مرتے ہیں جائے ہے کبھی ابر تنک میں — اُس کے بھی ذرا منہ کے چھپانے کی ادا دیکھ
حیراں سا ہو جائے ہے جو منہ کو ذرا اپنا — آئینہ ترے منہ کے پھیرانے کی ادا دیکھ
جب تیرے لگے سایہ صفت سایہ کے پیچھے — بازی ترے مصحفی منہ آنے کی ادا دیکھ
آئینہ میں کیا ہے جو ہے تجھ سے تر آئینہ عکس — کاغذ ترے مرنے پہ ان کے پہنانے کی ادا دیکھ

رکھتا ہی سدا ہیرے تئیں خدا اندیشاں
اے مصحفی سب جانے زمانے کی ادا دیکھ

آرسی میں جو تیرے حسن کی لوٹے ہے آنکھ — آنکھ سے اپنی اٹھا کر جو نہ چھوٹے ہے آنکھ
اُس کی گل چینی میں ہے دست تماشا حیراں — گل نرگس نہیں جو شاخ سے لوٹے وہ آنکھ
جب سے یہ آنکھ میں اس شوخ کی کھٹکا ہے — حسرت دیدار کی ان کی نہیں چھوٹے ہے آنکھ

مصحفی دل میں مرے وحشت کا تصور ہے مدام
پیدا کرتی ہے گل نرگس کے لوٹے وہ آنکھ

اُٹھا جو دل سے مرے ہو کے دود دل شعلہ — تو لا کے بارگہ آسماں سے ہل شعلہ
میں تیرے حسن حیا کی کیا کروں تعریف — وہ شعلہ ہو خدا سے تجلی برہنہ منفعل شعلہ
کیا تھا وہ کن جوالا تیرے سوختہ کو وہاں — تمام رات جلتا رہا یہ سوختان گل شعلہ
نہ ہو بیت کہ بنگھ دل آسا کا کہ رنگ گلا ہے صبا — ہے گرم آشیانہ بلبل کے مشتعل شعلہ

رہتی کبھی نہیں ہے یہ شیوۂ تغافل — یہ صحبت جان و تن ہمیشہ
واں بن گئے قفسے اور رقیبانِ — ہاں! بند رہا دہن ہمیشہ
چھوڑا نہ حجاب تم نے ہم سے — ڈھانپا ہی رکھے بدن ہمیشہ
آتی ہے صدا یہ تیشہ سے تک — جیتا رہے کوہکن ہمیشہ
یا رب رہے پیش چشم عاشق — دیدار کی انجمن ہمیشہ
رفتار فلک سے شکوہ کیا ہے — ہیں اس کے یہی چلن ہمیشہ
شاہوں کو سجائے خلعت زر — پہناتے ہیں یہ کفن ہمیشہ

مشتاق ہیں سخن کے مصحفی میاں
مشتاق ہے مرا سخن ہمیشہ

مصحفی در در نہ پھر عاشق ہے تو گھر بیٹھ رہ — ایک گوشے میں تو لے کر دیدۂ تر بیٹھ رہ
کوچۂ لیلیٰ میں جانے سے اٹھے سو گز نہ — قیس اب کہتا نہ پھر مجنوں سے اکثر بیٹھ رہ
نامہ قاتل میں اس کو گر اپنا تو ہم جی میں سکھ — تھک کے تو یا ہم جرم ہیرا کو تو بیٹھ رہ
ہرزہ رفتاری تری لائی ہے تجھ پر یہ بال — باندھ کر پھر تکیہ کہیں یا ہو کر ششدر بیٹھ رہ
خاکساری میں بھلا کیا تجھے رنگ شاعری — ہے ترا گھٹنے کا پہرا مثل اخگر بیٹھ رہ
یہ زباں بازی تری لائی ہے تجھ پر یہ بلا — بند کر دروازہ گھر میں ہو کے ششدر بیٹھ رہ
میکشی کیسی کہاں کی مجلس آرائی تو بے — سنگ خارا پر پٹک کر جام و ساغر بیٹھ رہ

ترک کر ملنا امیروں کا بھی تو اے مصحفی
دل گراں لوگوں سے ہے تیرا تو کد بیٹھ رہ

ان سے انداز ہم آغوشی ہی نکلا تب بھی   رند سرشار ہو گیا میں تیرے تلوار کے ہاتھ
گر تو مست خانہ میں جا نکلے بانیِ حسنِ مآل   ہو گیا ظلم بہر ہا صورتِ دیوار کے ہاتھ

مصحفی مجلسِ خوباں ہو کہ بے پیری تھا
مست بیہوشی میں یاں باندھی تو دستار کے ہاتھ

کس نے خود باندھے وہ شوخ لپٹ گلزار کے ہاتھ   ہاتھ دست اس کے گئی دست تو اگلیں یار کے ہاتھ
رد بروس کے زباں کا بھی جو آتی نہیں بات   کس نے باندھے تھے مری تو ... کے ہاتھ
میں ہوں وہ مفلس کہ جس کی نہیں کوئی عزت   قیمت دل نہ لگی جائے خریدار کے ہاتھ
شکوہ یاراں غلام رنج سے آشنا ہو کہ نہ وہ   دے گئے اول ہی تیرے جفا کار کے ہاتھ
روئے صیاد پہ سخت اس نے تجاہل کیا تھا   نالہ اپنا نہ لگا مرغِ گرفتار کے ہاتھ
نفس کرتا ہوں پیشنے کا گر اس کے تو مجھے   دوستو بھی دور سے تیار ہی ہیں تلوار کے ہاتھ

اس کے عارض پہ نہیں آئی یہ زلفِ سیاہ
دن نے روز کو بیچا ہی شبِ تار کے ہاتھ

بچھ لیں گل نہ یاسمن ہمیشہ   سبز رہے چمن ہمیشہ
ماہ نو ست وہ تیغ ابرو   کرتا رہے بانکپن ہمیشہ
تیار ہی ہے یہ زیبِ تن اس کا   باندھے یہ نور تن ہمیشہ
غربت میں رہے نصیب ہم کو   خوش ... وطن ہمیشہ
تلوار سے تیری عاشقوں کے   ... کفن ہمیشہ
کھینچے ہم پہ کھلا نہ عقدۂ دہر   گو کرتے رہے سخن ہمیشہ

نے وہ تیر اور نہ کماں ہاتھ میں اب باقی ہے
وادیٔ شعر میں یاں تھے صید افگن کیا کیا کچھ

مصحفی سات برس تک یہی پاپڑ بیلے
ہم نے بھی دیکھے زمانے کے چلن کیا کیا کچھ

شگفتہ گل کی طرح گلشنِ جہاں میں رکھ
اخیر عمر نہ یارب تجھے ملال میں رکھ

جو لاغری کا تجھے شوق ہے تو اے مہِ نو
ذرا نزاکتِ موئے کمر خیال میں رکھ

الٰہی چرخِ طبیعت کا آفتاب ہوں میں
زوال چاہے ہے جو میرا اسے زوال میں رکھ

بھلا اٹھا یار کا دامن میں کیوں خداوندا
تمام عمر مجھے پاس انفعال میں رکھ

سن اے حریص یہ تنہا خوری بھی ٹھیک نہیں
کوئی تو لقمہ کسی کاسۂ سوال میں رکھ

کہے ہے صانعِ قدرت سے یہ خمِ ابرو
ادھر تو دیکھ یہ خم ابروئے ہلال میں رکھ

شباب کہتا ہے اک روز تجھ کو تیرا حسن
دکھائے گا تو قدم چودھویں تو سال میں رکھ

تو مصحفی کو خدایا دکھا جمال اپنا
نہ اس قدر بھی اسے فکرِ خط و خال میں رکھ

بستہ مشاطہ میں کبھو اس نے نہ لیے یار کے ہاتھ
مجھ کو دینے میں قلم چرخِ جفا کار کے ہاتھ

تا اتر پردے میں اس گل کی کمر تک پہونچی
رنگِ گل بیچتی ہے آپ کو زنار کے ہاتھ

مجھ کو کیا کام خزاں سے کہ بہاراں میں نسیم
بک گیا پھولوں میں ہوائے گل و گلزار کے ہاتھ

فقط اک نالہ جانکاہ سنبھالا اپنی کہتا
سو میں رکھا وہ گرہ مرغِ گرفتار کے ہاتھ

حسنِ یوسف کے خریدار ہوئے کم مایہ
کاش بکے یہ ورق آتا کسی زردار کے ہاتھ

جھینکوں سے تری اے برق کہیں ڈرتے ہیں ہم
گر تو طغیانہ بتاوے ہمیں تلوار کے ہاتھ

بس ہو اں دو گنہگار کہ اسے مصحفی مہار
ہو دزدی ایک بوسہ پہ خنجر کے تلے ہاتھ

اے دل دہن میں اپنی زباں سوال رکھ
ہووے خفا نہ تجھ سے وہ اتنا خیال رکھ

تھامی ہے تک تو اس تن نازک پہ گر نہ بال
سنتا اس قدر بھی اُس کو نہ تو شتا بال رکھ

پھر رفوی زخم دل نہیں اے جنوں !
دو چار اس کے تار گریباں نکال رکھ

آوے گا بیکسی کو وہ تربت پہ گر کبھی اے نسیم
شبنم سے کہہ گلوں کے تو پیالے کھنگال رکھ

ثانی ترا ضرور نہیں تجھ سے ہے دو چار
آئینہ روبرو نہ تو اے خوش جمال رکھ

پہنچا ہے یار سامنے نالہ نہ لب تک آسکے
اے ضعف کچھ تو حرمت روز وصال رکھ

گر چاہتا ہے خواب میں لیلیٰ کا دیکھنا
مجنوں کی قبر پہ تو چراغ غزال رکھ

یارب نہ آئینہ کے بھی ہونے دے روبرو
اس حسن بے مثال کو تو بے مثال رکھ

پامالی کے وقت کہتی ہے یہ آنکا رخش سا
سم شوق سے تو میرے سر بدرو ہلال رکھ

اس کی کمر کب آئی تیرے ہاتھ بوالہوس
دور اپنے دل سے تو یہ خیال محال رکھ

پیارا لگے ہے مجکو وہ چھاپ اے مصحفی
آنکھوں سے مل کے اس کو تو سینے میں ڈال رکھ

پیشتر ہم سے بھی تھے اہل سخن کیا کیا کچھ
کر گئے باغ معانی میں چمن کیا کیا کچھ

آہ مت پوچھ کہ اس چرخ شعبدہ نے مجھے
سوانگ دکھلائے ہیں یک چشم زدن کیا کیا کچھ

تازگی ہوا کرتی نظم کی یہ کس سے کہوں
کر گئے کام سخن بافاں کہن کیا کیا کچھ

بیت ابرو خط و رخسار و دنداں سے
زلف مضموں نے پائی ہے شکن کیا کیا کچھ

مر گیا صورت لیلیٰ میں جو سودائی دیکھ
قیس نے منہ کو چھپایا مری رسوائی دیکھ

شب مہتاب میں کیا چمکے ہے تاروں کی طرح
رہ گیا صحرا کی ذرا انجمن آرائی دیکھ

بکف ہر مژہ ہے لخت دل غرقہ بخوں
چشم گریاں کی مری ٹک چمن آرائی دیکھ

زاہد شہر سے میں بچ کے چلا رستے میں
آپ کو کس سے بچایا مری دانائی دیکھ

رنگ بے رنگ کا جلوا ہے ہر اک رنگ میں یاں
دی ہے صانع نے اگر کچھ تجھے بینائی دیکھ

بعد مدت کے گیا شہر سے جو دشت کی سمت
رو دیا میں نے رخ لالۂ صحرائی دیکھ

زیر شمشیر اجل میں جو کھڑا میری طرف
ہاتھ ملتا ہے ہر اک عاشق شیدائی دیکھ

ہوشیاں کف افسوس ملا بلبل نے
مل گیا خاک میں جب گل تری رعنائی دیکھ

پنجہ در پنجۂ فولاد ہوں میں نت اے عشق
ناتوانوں کی بھی ٹک تاب و توانائی دیکھ

شیشۂ دل کو مرے ٹھیس نہ لگنے پاوے
قدم آہستہ رکھ اے گنبد مینائی دیکھ

میں نے اس حسن کے شعلہ کا کیا نظارہ
جس کو ہر گز نہ ٹھہرے چشم تماشائی دیکھ

میں وہ بیکس ہوں کہ اے مصحفی آتا ہے مدام
در و دیوار کو رونا مری تنہائی دیکھ

یا تھا سر معشوقوں کا سم پر کے تلے ہاتھ
یا سختی ہجراں سے ہے پتھر کے تلے ہاتھ

دن رات جو رہتا ہے گریباں کا تقاضا
رکھنے نہیں پاتے کبھی ہم سر کے تلے ہاتھ

اللہ ری نزاکت کہ دم بادہ کشیدن
کانپے ہے مرے مست کا ساغر کے تلے ہاتھ

خنجر کی طلب میں ترے مہجور کا ہر شب
بالیں کے تلے ہے کبھی بستر کے تلے ہاتھ

ثابت ہوا مجھ پر کہ بہ حسرت در آغوش
پھیلائے تھے کیوں میں نے صنوبر کے تلے ہاتھ

پاس ناموس میں یا اتنا شتابی کیوں ہے | سینہ پر دست تو ہے جیب نمایاں کر دو
حسرت دیدہ مشتاق ہے گر نرگس مست یار | اس کو نظارۂ گلزار رخستاں کرنے دو
مصحفی نزع میں ہے کچھ بھی تمنا اس کا
اس کو سینہ پہ شرف دیدہ نمایاں کر دو

مقبول عشق سے پیدا یہ آسمان پیدا ہو | کہیں ہوا ان میں ہزاروں سے مکاں پیدا ہو
ہوئے با عمل ہوا لیڈ بشنش بہت پیدا | کرشمہ کرشمہ میں تو دو شرب تو نمایاں پیدا ہو
جمع کیجئے آحاد کو سلسلے الترتیب | تب شمارہ مرد حساب دان پیدا ہو
نہ روح ساقہ ہوا از بستہ عمر رہے | نہ ذرہ کہ نشتی تن سے ہو بادبان پیدا ہو
رقم کرا اور بھی ابیات تو مصحفی آسا ہیں
ابھی تو شعر غزل سے ترے بیان پیدا ہو

اس شوخ میں بھی اکڑ ایسی کہ نہ پوچھو | بات اپنی گئی ہے بگڑ ایسی کہ نہ پوچھو
کھلتا کسی کنجی سے نہیں قفل دل ایسا | زنگار میں ہم گئی ہے جکڑ ایسی کہ نہ پوچھو
محو اپنا ہی ہے عکس سے آئینہ میں اس کے | یکبار گئی آنکھ لڑ ایسی کہ نہ پوچھو
سرسبز ہو کس طرح مرا نخل تمنا | بدگو نے تو کاٹی ہے جڑ ایسی کہ نہ پوچھو
ہر چند بناؤ اس کے بھی خوب ہیں لیکن | ہے کان میں موتی کی لڑ ایسی کہ نہ پوچھو
شب خواب میں آئی تھی ترے زلف پریشاں | وہ مجھ سے گئی ہے جھگڑ ایسی کہ نہ پوچھو
یاں مصحفی کیا خاک لگے دلی میں اب دل
یہ بستی گئی ہے اجڑ ایسی کہ نہ پوچھو

جی تو چاہے ہے کہ تڑپئے کہ دم ذبح و لیکن
ڈر ہے نقصان دم خنجر فولاد نہ ہو

رکھ گلا خوب قفس پہ کہا تو اے مرغ قفس
ذبح کے واسطے منت کش صیاد نہ ہو

دیر تلک بھی اسے آنے نہیں دیتا ہے تپیا
کہ کسو طرح کسی شخص کا دل شاد نہ ہو

کیا قیامت ہے کہ جا ہی ہے یہ ویرانۂ عشق
رہے مجنوں ہی کوئی نجد میں آباد نہ ہو

عاشقی میں ہو کہاں کی نہ کبھی کھولیو فصد
نشتر ہو جو ترے ہاتھ میں فصاد نہ ہو

رکھ دے خنجر پہ گلا مرغ گرفتار اپنا
لیکن اس دم کہ ترے سامنے صیاد نہ ہو

سمجھے لذت جو اسیری کی گرفتار قفس
فصل گل میں بھی قفس سے کبھی آزاد نہ ہو

تلخی مرگ کا تو بھی تو مزا چکھیے کاش
ایک تیشہ میں رہائی تری فرہاد نہ ہو

سخت آپس کا ہے جھگڑا ابھی نہیں چکنے کا
یا فلک میں نہ ہوں یا تیری ہی بنیاد نہ ہو

شام کے وقت جو اٹھتا ہے دھواں جانب شہر
تیرہ بختوں کی ترے خاک تو برباد نہ ہو

حسن گو چھپ نہیں سکتا ہے یہ چاہے ہے رشک
تو ہو جس شہر میں واں مانی و بہزاد نہ ہو

مستعد ہووے گا اے روح یہ پیراہن خاک
جامۂ عاریتی پہ تو بہت شاد نہ ہو

ابھی آ جائے گلستان معانی میں خزاں
مصحفی تجھ سے جو رنگ سخن ایجاد نہ ہو

ماتم فصل گل اے ہم نفساں کرنے دو
مجھ کو دل کھول کے اک لحظہ فغاں کرنے دو

دیکھنی ہے مجھے صیاد کے ساعد کی لچک
قفس اس کو مرے پھولوں سے گراں کرنے دو

یارو اس امر میں ہے بلبل نالاں معذور
تم اسے شکوۂ ایام خزاں کرنے دو

دوستو دل سے مرے کچھ تو نکل جاوے بخار
اشک دو چار تو مژگاں پہ رواں کرنے دو

بے داغ عاشقوں کو ثمر کب حصول ہو ۔ دیکھا نہیں درخت بنا گور پہ کہ پھول ہو
کاوش ہی یہ زمیں کو مجھ سے کہ میں غریب ۔ تاؤں اگر چمن میں تو سبزا ببول ہو
اب دیر کیا رہی ہی کہ دم ہی نصیب کی راہ ۔ اے جان بے قرار اب نہ اتنا ملول ہو
آتش کدے میں عشق کے رکھے وہی قدم ۔ جلنا تمام عمر کا جس کو قبول ہو
صورت کو تیری دیکھ کے کہتے ہیں نقش گیر ۔ یا خود پری ہی یا کہ پری کا حلول ہو
کر گفتگوے روز جست دل شاد ہی حکیم ۔ بس کب تلک مباحثۂ عرض و طول ہو
غایت کو اپنے پہنچے نہ حیران رنگ دہر ۔ ممکن نہیں کہ غنچۂ تصویر پھول ہو
قانون منضبط ہے کنارا نہیں بجا ۔ کس کام کا وہ تحفہ کہ جو بے اصول ہو

جو کچھ کہے تو ہم کو بھی کرنا وہ مصحفی
سلطاں کے حکم کا نہ کسی سے عدول ہو

چاہت تری جذب اور ہی دکھلاتی ہی مجھ کو ۔ بیتابی دل کھینچے لیے جاتی ہے مجھ کو
کہتا ہوں جو ہنسنا نہ کبھی در زکا اپنے ۔ وہ شوخ یہ کہتا ہی کہ ہنسا آتی ہے مجھ کو
جوں ہیزم تر کیوں نہ دھواں آہ کا پھیلے ۔ اک آگ ہی سینے میں کہ سلگاتی ہی مجھ کو
کشتہ ہوں میں اس شوخ کے انداز حیا کا ۔ نیچی نظر خاک میں ملواتی ہے مجھ کو

اے مصحفی قاعد نہیں جاتا تو نہ جاوے
اتنی تو خوشامد بھی نہیں بھاتی ہی مجھ کو

قتل عشاق نہ کرنا کبھی جلاد نہ ہو ۔ مائل لطف ہو کچھ مائل بیداد نہ ہو
وقت غصہ کے بھی دیتا ہوں نہیں اس شوخ کا ساتھ ۔ اتنے ڈر سے کہ کسی اور پہ بیداد نہ ہو

سخن بھی علامت ناسور ہے عجب مت جانیو
جو تا بہ مرگ زبان مصحفی کے منہ نہ ہو

وصل عمر رہ بہ تقاضائے صاحب محمل نہ ہو　　در تقاضائے ناقہ مجنوں ز خود غافل نہ ہو
اے غبار طپش سے طپنے کا پھر کیا فائدہ　　جز کف افسوس تجھ سے اور کچھ حاصل نہ ہو
کر سکے گا رو کشی اس قامت موزوں سے تو　　منہ تو دیکھ اپنا خفیف اے سرو پا در گل نہ ہو
پاؤں اٹھتے ہی گرانی سے مرے اے ہمرہاں　　جس میں مجنوں تھک گیا ہے یہ وہی منزل نہ ہو
چاہتا ہوں دل میں خلوت سرائے خاص یار　　اس مکان تنگ میں ہنگامۂ محفل نہ ہو
ہجر کہتا ہے کہ لذت چکھ مری اے ننگ عشق　　شوق چاہے ہے کہ یہ دیوار درمیاں حائل نہ ہو
تیشۂ فرہاد کہتا تھا زبان حال سے　　آدمی تا سر نہ دیوے عشق میں کامل نہ ہو
کر دیا صنعت سے بدن کو اپنے تو مانند روح　　نقش ہستی بعد مردن چاہیے باطل نہ ہو
خوں بہا تو اک طرف میرا رہا پر جزا　　میں یہ ڈرتا ہوں کہ مجھ پر دعویٔ قاتل نہ ہو
اے حجاب عشق ٹک آنکھیں اٹھانے دے مجھے　　شرم کا پردہ تو واں ہے اور تو حائل نہ ہو
بند ہوتی ہی نہیں قربانی الفت کی آنکھ　　زیست میں کوئی کسی کا اس قدر مائل نہ ہو
نزع میں مدت سے ہوں اور دم نکلتا ہی نہیں　　کس نے دی تھی یہ دعا آساں تری مشکل نہ ہو
چشم لطف اس کی پڑی ہے انتقام چرخ سے　　ڈر ہے کہ یہ مجھ پر فرشتہ قہر کا نازل نہ ہو
فکر دنیا سہل ہے عقبیٰ کی کچھ تدبیر کر　　چاہیے انسان کو اندیشۂ باطل نہ ہو

مصحفی یہ تجربہ کرتا تھا طرفہ منشی شہر ہے
تا قیامت پر اس کے سر دم فکر کبھو نازل نہ ہو

نہ تھا عاشق کے خوں میں رنگ گلزار / کوئی تو دے گیا رونق کسی کو

مقید ہیں مقید ہے نہ مطلق / نہ دے تھا اتنا بھی مطلق کسی کو

نہ کر اتنی بھی ناحق بیہودہ گوئی / خوش آئی کب ہے بیہودہ بق بق کسی کو

فریب مدعی کھاتے ہیں کب ہم / مگر سمجھا ہے تو احمق کسی کو

جگر ہیں چاک کب آستیں سے / دکھا دی تو نے کیا مرفق کسی کو

کھڑا سا کیا ہے دل کا بحر غم میں / ڈبو دیوے نہ یہ زورق کسی کو

نکلنے آپ سے دیتا نہیں ہائے / فلک یہ گنبد ازرق کسی کو

نہ چھیڑ دہر ہے اے مصحفی تو
نہ اپنے ساتھ کر ملحق کسی کو

فغاں جو کنگرۂ عرش سے بلند نہ ہو / تو بام دل کی آہ رسا کمند نہ ہو

زمیں خلیط کبھی مجھ سا دردمند نہ ہو / شکست رنگ سے کیوں کر صدا بلند نہ ہو

میں درد ہجر سے پاتا ہوں بلبل کی لذت / وہ درد دے مجھے یا رب جو سودمند نہ ہو

چمن میں جتنے جو وہ نو بہار محبوبی / بغیر چہرۂ زرد رنگ گل تجھے پسند نہ ہو

بشر کا حوصلہ ہے یہ کہ کچھ آنکھ تشنہ تماشہ ہو / ہزار مرحلے ہیں اس میں اک نشانہ نہ ہو

نہ دیکھے گر ترے آنکھیں پیا کو بگوش تو دیکھو / ذرہ بیمار تقلید دل عاقبت پسند نہ ہو

کبھی بھلا کشتہ چشم اور کبھی پا گو لعبت / شب فراق میں کیوں درد دل دو چند نہ ہو

بہن گئے ہیں نہ اپنے تو یار نرگس کا / کہ چشم زخم سے اے گل تجھے گزند نہ ہو

دلا شکستہ نہ ہوتا درست واں دیکھا / دیار حسن میں شاید شکستہ بند نہ ہو

آئی ہے پھر فصلِ گل گلشن میں نغمہ سازو
گل گردش بن رہے ہیں اُن کو سرفرازو

دیکھی نہیں ہے تم نے کیا اُس پری کی صورت
مغرور حسن اتنے تم کیوں ہو عشوہ سازو

انصاف سے نہ گزرو نازِ بتاں نہ کھینچو
جا کے نیاز مندی بس ہے یہ بے نیازو

عالم جو ہم لٹو ہیں کا مژگاں سے میں دکھاؤں
کام اپنا بھول جاؤ تم وہ ہیں تیشہ بازو

دو چار شمع جلتی مجلس میں دیکھ اپنا
پھر لاؤ بڑھ کے چلو مت اتنے زباں درازو

رنگِ رخ اس کا گویا دانہ انار کا ہے
اپنا بھی بھول تم نے دیکھا چمن طرازو

ہے آج وصل کی شب کھٹکا رہے نہ باقی
تم آپ کو مٹا دو جوں شمع جاں گدازو

اہلِ صفا کی مجلس مجلس سماع کی ہے
یاں بے وضو تو ہرگز آؤ نہ بے نمازو

فرماتی غزل یہ لکھی ہے مصحفی نے
تم کو بھی فکر اس کا لازم ہے عشق بازو

کچھ غم نہیں دنیا سے اُٹھ جانے کا شاعر کو
الفت ہے کہ نہیں ہوتی منزل سے مسافر کو

سر زخم میں اک خنجر رکھنا مجھے لازم تھا
دل چیر نہیں گنتے ایوب سے صابر کو

نا صحا وحدت کا شوق ہوا ہم پھرا
ہم فرق نہیں کرتے منظور سے ناظر کو

ہم خاک کے پتلے ہیں کیا ہم میں تو ال الا
دیکھیں تری آنکھوں سے تیرے ہی مظاہر کو

آنکھوں کے اشارے میں کیا کیا نہ کیا میں نے
گاہی تو بھلا تم بھی دیکھتے مری خاطر کو

تدبیر معاش اس جا ہے شرط خرد مندی
انسان نہیں گنتے ہم اے مصحفی کافر کو

نظر کیا آئے خدا جانے کسی کو
خیال اس کا نہیں مطلق کسی کو

نہیں اچھا ہو ترا دہر میں ہمسر پیدا
کمر یار تو کیوں کرتی ہے لاغر ہم کو

صیقلی آئینہ ہیں ہم گہر عیب سے پاک
عیب بیں جانتے ہیں صاحب جوہر ہم کو

دیکھنے پائے نہ ہم سبزۂ گلشن کی بہار
خط کے آتے ہی ملا زہر کا ساغر ہم کو

پھیر کر دھر کے ہوں اگر ہاتھ سے دیں اسکو بھی
ہے گریبان لحد دامن ادبر ہم کو

نالۂ نیم شبی نے یہ بڑا قہر کیا
لے گیا وادیٔ محشر کے برابر ہم کو

مرگ نے بھی ترے زنداں کا نہ بس سمجھا تنگ
کر دیا خانۂ زنجیر سے باہر ہم کو

مصحفی دست جنوں کا تو نہ رہتا کھٹکا
کرتے شاگرد جو ادریس پیمبر ہم کو

خانۂ زنداں ہے ترے چشم کے بیماروں کو
دام ہے الفت صیاد گرفتاروں کو

پہونچے منزل کو نہ یک گام زہے ناکامی
بیٹھے تلووں سے نکالا کیے ہم خاروں کو

ہوں میں وہ سوختہ قسمت کہ جو اولے مانگوں
ابر برسائے مرے کھیت پہ انگاروں کو

لطف کی تہ بھی ہے اک اس کے غضب سے پیدا
تب تو امید شفاعت ہے گنہگاروں کو

نہ ڈروں کیوں میں شب ہجر کی تاریکی سے
کھائے جاتی ہے یہ ڈائن کی طرح تاروں کو

گشتۂ عقل سے ہرگز نہیں باہر آتے
بے ہشی کس نے پلا دی ہے یہ ہشیاروں کو

تنگ رہ ہوتے ہیں اب آبلہ پا میں اپنے
طے کیا تھا کبھی ان پاؤں سے کہساروں کو

کس سے دریا میں یہ جھگڑا ہے کہ بیتاب ہے نہ
لہریں سب کھینچے ہوئے جاتی ہیں تلواروں کو

مصحفی آنے کا وعدہ تھا پر ہم سے ان کا
نہیں معلوم کہ کیوں دیر لگی یاروں کو

سُنا ہے میں نے کہ اجزائے آسماں ہیں لطیف　　کسی کی خاطر نازک کا یہ غبار نہ ہو

ہماری عالم علوی میں ہے فرازش قدر　　ہمیں جو عالم سفلی میں اعتبار نہ ہو

یہ جانتا ہے میاں اب علوئے الفت غیر
کہ مصحفی کا تری طبع پہ گزار نہ ہو

پرے جیب کر دکھاوے لالہ وحشت بیاباں کو　　نہ ہووے گھر سے نفرت کیونکہ میرے خانہ ویراں کو

خدا کے واسطے ہر دم نہ ملیے ہونٹوں پہ مسّی　　نہاں ظلمات میں رکھیے نہ اتنا آب حیواں کو

جہاں ہے گل فروشی حسن کی واں مغتنم سمجھے　　ملے گر قیمت افسردہ گل فردوس رضواں کو

فقیری میں کرے ہیں سیر عالم اپنے گھر بیٹھے　　کہ زیر بوریا رکھتے ہیں ہم تخت سلیماں کو

دیا وعدہ قضا نے ان کو صحرائے قیامت پر　　زمیں از بس وفا کرتی نہ تھی گور غریباں کو

فلک بے وارثوں کی وارثی اتنی تو کرتا ہے　　خدا رکھے سلامت گنبد گور غریباں کو

لگے مقسوم ہونے لذت کاوِ نمک جس دم　　ترے زخمی کے طالع میں لکھا خالی نمکداں کو

فلک وہ ماتم افزا ہے کہ ہووے دن جہاں آخر　　چراغ گور سے روشن کرے شام غریباں کو

سیاہی بخت کی میرے زبس عالم پہ چھائی ہے　　نہیں پُر نور کرتی شمع مہ بھی شبستاں کو

چمن پیرائے عزلت مسجد سا کم ہے باغ عالم میں　　مری تسلیم نے گل کر دکھایا داغ حرماں کو

جو ہمت اپنی آتی مصحفی عاجز نوازی پہ
حوالے مور کے کر دیتے ہم ملک سلیماں کو

گھر میں جا دیتے ہیں درویش و تونگر ہم کو　　خانہ بر دوش ہیں ہم چاہیے کیا گھر ہم کو

خط تو لکھا پہ اٹھانے نہیں دیتا غم رشک　　تاب منت کشی بال کبوتر ہم کو

حرص غزل نہیں اب ایسی تو مصحفی کچھ
مضموں بہ از سلف ہم مکتوب کر چکے ہیں

جس وقت کہ قاتل سے مری آنکھ لڑی ہو
اس وقت بھلا کیا سر پہ اجل آن کھڑی ہو

دوں نہ ہم جو اس کو شب ہجراں کی سیاہی
پھیریں کبھی دل تو کنی بکھر نہ شب ڈھل پڑی ہو

آئیں نہ ملک کیونکہ زیارت کو پھر اس کی
جس کشتہ کی میت ترے کوچے میں گڑی ہو

کاش آوے مرے خواب میں اس رات تو جس شب
دانتوں پہ مسی تو نے وہ میاں وفادار جڑی ہو

جھلسا ہوا آتا ہی نظر نخل تمنا
اس پر بھی کہیں آہ کی بجلی نہ پڑی ہو

اے مصحفی دل ٹوٹے ہی اپنا تو اٹھا لے
جو کونپل گل مہندی کے پھولوں کی چھڑی ہو

تجھ سے تو پاسبانی گل باغباں نہ ہو
داماں پاک شبنم اگر درمیاں نہ ہو

اے آتش فراق جلا اس قدر مجھے
یعنی کہ شعلہ صاف ہی نکلے دھواں نہ ہو

گر وہ بچ بھی کرے تو وہ ثابت قدم ہوں میں
ہرگز تری گلی سے مرا غول رواں نہ ہو

اپنے تو عضو عضو سے ناطق ہے سوز دل
وہ شمع پر ہے جو منھ میں کسی کے زباں نہ ہو

ظالم بنا تو آپ کو جتنا کہ چاہیے لیک
اتنا خیال رکھ کسی جی کا زیاں نہ ہو

تربت پہ مصحفی کی چڑھانا نہ گل نسیم
چھاتی پہ برگ گل کہیں اُس کے گراں نہ ہو

کس زلف کا یاں تلک کوئی شکار نہ ہو
بغل میں سانپ کسی کے تہ مزار نہ ہو

میں اپنے روئے تجلی اتنا ہوں کہ آئینے میں
کروں نگاہ تو واں عکس بھی دوچار نہ ہو

کو تھا یہ چرخ گرداں جسکے تا لی کھیوا | سینے پہ رکھا ہے ہم کو جسم پروانہ میں
حسن نے اس کے نہ چھوڑا زندہ اک صاحب نظر | کچھ موئے انجام میں کچھ چھپ گئے آغاز میں
پھیلتا جاتا رنگ اس کا اور وہ مکھڑا دلفریب | پائے یہ عالم ہے کس تصویر کے انداز میں

عمر نے فرصت اگر دی مصحفی تو یہ غزل
قبر سعدی پہ پڑھوں گا جا کے میں شیراز میں

اٹھوں گا روز حشر یہ کہتا زمیں سے میں | ہر قدم پہ جل گیا نفس آتشیں سے میں
اے کاش روز حشر ہی مجھ سے ہو وہ دوچار | مارا پڑا ہوں جس نگہ شرمگیں سے میں
از بسکہ درد رشک نے رخصت نہ دی مجھے | احوال اپنا کہہ نہ سکا ہمنشیں سے میں
مجھ کو دیا ہے میرے نصیبا اور اس سے سوا | مانگوں ہوں کیا خدا کے جہاں آفریں سے میں
خاکی تو ہوں و لیکن یہ ہے مرتبہ مرا | جوں نالہ پار جاؤں ہوں عرش بریں سے میں
باقی رہی ہے مصحفی غربت مجھ کو کیا رہا | آنسو کو پونچھ لیتا ہوں جو آستیں سے میں
یار سبا وہ دن بھی آوے گا کہ آوے وہ شہسوار | جھاڑوں غبار اس کا اپنی آستیں سے میں

یار اس پہ آفریں نہ کہیں تو بھی مصحفی
مضموں کو جو ڈھونڈھ کے لاؤں کہیں سے میں

ہم ریختہ کو جیسے محبوب کر چکے ہیں | تالیف کا سخن کی فن خوب کر چکے ہیں
پایہ یہ ریختہ ہم نے جوڑا فساد یا سہی | سب یا کہیں سلف کا محبوب کر چکے ہیں
ہے وہ جو طرز اعلیٰ اردو کی اس زباں میں | اپنی طرف ہم اس کو منسوب کر چکے ہیں
دیوان کا ہے اپنے ہر لفظ خالی [illegible] | [illegible] کر چکے ہیں

[illegible]

ہم اسیران قفس لب پہ فغاں رکھتے ہیں　　بال و پر قابل پرواز کہاں رکھتے ہیں
ہم ہی ہیں ان کی جو باتوں کو نہاں رکھتے ہیں　　کچھ نہ پوچھو جو بتاں ہم پہ گماں رکھتے ہیں
اس کے کوچہ کی زمیں گنج شہیداں تھی مگر　　جہاں سے خون ابلے ہے کہ ہم پا جو وہاں رکھتے ہیں
جستجو میں جو تری خاک ہوئے ہیں ان کے　　استخواں خاصیت ریگ رواں رکھتے ہیں
برق کی طرح تڑپ کر میں نکل جاؤں گا　　یار تربت پہ عبث سنگ گراں رکھتے ہیں
منہ چھپاویں جو بتاں ہم سے تو کچھ عیب نہیں　　قہر یہ ہے کہ سراپا کو نہاں رکھتے ہیں
میل آتا ہے کبھو برق چمکتی ہے کبھو　　ہم بھی اک طرفہ خرابی میں مکاں رکھتے ہیں
کس کے آنے کی خبر آج صبا باغ میں ہے　　پھول نرگس کے جو چشم نگراں رکھتے ہیں
کوئی گوش شنوا ہے تو ترے کشتۂ ناز　　بے زبانی کے بھی عالم میں زباں رکھتے ہیں
عرصۂ زیست کو سمجھے ہیں ترے اک سرپٹ　　تجھ سا شبدیز جو اے عمر رواں رکھتے ہیں
لامکاں سیر کو آتا ہے ہمارے گھر کی　　جب سے ہم کنج قناعت میں مکاں رکھتے ہیں

مصحفی کام ہے انداز فصاحت سے ہمیں
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کیسی زباں رکھتے ہیں

نہ چھپے جا اس کی مژگاں سراسر ناز میں　　[illegible] ہم نے بنایا جنگل شہباز میں
موشگافاں انداز میں محو بیاں ہیں نا رہیں　　حشر اک برپا ہے اس کے ناز اور انداز میں
زخم دل کو دیکھ کر میرے یہ بولا وہ کہ تیر　　حقۂ مرہم نہ دیکھا دست مرہم ساز میں
گر بھی ہے اس لب شیریں کی جاں بخشی مسیح　　فرق کیا باقی رہا پھر سحر اور اعجاز میں
دیدہ بانی نے لگائی اس لیے نبضی ہنوز　　سوختہ [illegible] تری تصویر کے پرواز میں

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

اے مصحفی پاؤں میں طاقت نہ کب رہی ہو
جو نوکری کی خاطر تیغ و سپر اٹھاؤں

اے مرگ جلد آ کہ شتابی رواں ہوا میں
بھاری ہوں آسماں پہ زمیں پر گراں ہوا میں

ساتھی سبھی ہیں تیز قدم ناتواں ہوا میں
[illegible] ہمرہ تھا ہمرہاں ہوا میں

سمجھے ہے کون رتبہ پرواز کو مرے
باغ جہاں میں طائر عرش آشیاں ہوا میں

عنقا ہزار کوس پرے مجھ سے رہ گیا
واں پاؤں کوئی رکھ نہیں سکتا جہاں ہوا میں

اے ہمرہاں مجھے بھی ذرا تم نباہ لو
درماندہ مثل گرد پس کارواں ہوا میں

بستر کو ڈھونڈتے ہیں مرے آ کے میرے دوست
ہوں تو مریض عشق ولیکن کہاں ہوا میں

صید زبوں سمجھ مجھے قاتل سے وقت ذبح
خنجر کے آس پاس گیا پرفشاں ہوا میں

اے گرد باد خاک کو میری اڑا ابھی
بس کب تلک غبار رہ کارواں ہوا میں

خط نزع میں دیا ہی اسے دور کچھ نہیں
قاصد سے پیشتر وہ قدم گر رواں ہوا میں

اے باغباں نہ باغ سے میرے تئیں نکال
جاؤں کدھر کہ مرغ کہن آشیاں ہوا میں

پامالی فلک سے مجھے بیم کچھ نہیں
کس واسطے کہ سبزہ باغ جناں ہوا میں

مجھ سا اسیر کوئی نہیں تنگ زندگی
صیاد کا نہ باعث قفس کا زیاں ہوا میں

لکھ اس زمیں میں ایک غزل اور مصحفی
تا سن کے اس کو کچھ تو بھلا شادماں ہوا میں

گر شکوۂ ستمگری آسماں کروں
تا روز حشر میں یہی قصہ بیاں کروں

پاس ادب ہے گو کہ میں ضبط فغاں کروں
بانگ شکست رنگ کو کیونکر نہاں کروں

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(8)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

خدا جانے ترے تیروں سے اُس نے کیا مزا پایا　　نگاہ صید وقت ذبح بھی تھی آب پیکاں میں
نسیم صبح بارے اس طرف بھی ہوتی جا نا تو　　کہ مہمان اجل ہیں بے گنہ یاں کتنے زنداں میں
صبا کس باغ میں لائی مجھے یہ کیا تلطف ہے　　جو بوئے سنبل کی آنے لگی گل ہائے عریاں میں
کوئی پروانہ شاید مر گیا فانوس سے باہر　　جو انگشت تاسف شمع کی اب تک ہے دنداں میں

غزل ایسی مصحفی ایسی کہی تو نے کہ چھپتا تھا
اگر تو اس کو پڑھتا جا کے خوبان صفاہاں میں

معشوق اس روش کے بہت کم جہاں میں ہیں　　شکوے ہزار تجھ سے دل بدگماں میں ہیں
نو دمیدہ گل سے نہ کیوں خوش ہوں عندلیب　　خط شعاع خار و خس آشیاں میں ہیں
جس دم بچھے گا کنج لحد اپنی خواب گاہ　　معلوم تب کریں گے کہ ہم کس مکاں میں ہیں
دیتے ہیں اک نگاہ میں مردے کو عمر خضر　　ایسے بھی لوگ کشور ہندوستاں میں ہیں
تو بھاگتا پھرے گا کہاں اے ہمائے وصل　　صیاد چھپے نخچیر کمیں و کماں میں ہیں
جاتا ہے بام چرخ سے باہر تڑپ کے دل　　یہ طاقتیں کسی کے بھی وہم و گماں میں ہیں
ہستی کے پیچ کس کو ملا جا دنے سے چین　　خوش وہ ہیں نیستی کے جو دارالاماں میں ہیں
تجھ سے ہی دل لگا ہو تو میں اس کو کیا کروں　　گل گرچہ لاکھ رنگ کے اس گلستاں میں ہیں

ساحج کو درد سر جو نہ ہووے تو مصحفی!
مضمون اور بھی کئی طبع رواں میں ہیں

نالہ تو لب پہ رکھتے ہیں لیکن اثر کہاں!　　پتھر کو آب کر دے سو وہ چشم تر کہاں
کیا عمر باز گشت نے اس کی وفا نہ کی　　نامہ کو میرے لے کے گیا نامہ بر کہاں

[illegible]

[illegible]

اے شبِ گور کہیں تو نہ چھپانا پہلو
خوب سا ترسے ہیں شبِ وصل کے آرام کو ہم

مصلحت ہووے تو لے شدتِ بیتابیِ دل
حیف ہے موقوف کریں نامہ و پیغام کو ہم

اے اجل اتنی تو مہلت دے کہ جیتے جیتے
دیکھ لیں عمر کے خورشیدِ لبِ بام کو ہم

میرزا آنکھوں سے اُسے دعویٰ ہم چشمی ہے
ایک دن سنیو جیا جا دیں گے بادام کو ہم

اور رستے سے نکالیں گے جانا اپنا
دیکھ سکتے ہیں گلی میں ترے کہرام کو ہم

نہ سکندر رہے ہیں کام ہے نہ کچھ جم سے
شوق آئینہ کو کہتے ہیں دعا جام کو ہم

بستی سے جو کہو کچھ تو جواب اس کا نہیں
ورنہ کہا دیں نہ غلاطوں سے کبھی الزام کو ہم

مصحفی کام دل اپنا نہ بر آیا آخر
لے گئے ساتھ جہاں سے دلِ ناکام کو ہم

تماشے کی شگفتیں نہاں ہو گئی ہیں
بہاریں بہت یاں خزاں ہو گئی ہیں

خبر لیں رہ رووں سے تم ان کی نہ پوچھو
جو رہ میں عدم کو رواں ہو گئی ہیں

نکالی ہیں جو ہم نے اور سخن سے
زمینیں وہ سب آسماں ہو گئی ہیں

انہیں فرض ہو تیر کا کس کے سجدہ
جو ابرو کی شاخیں کماں ہو گئی ہیں

کمک اے باغباں رحم کر بلبلوں پہ
خزاں میں یہ سب آشیاں ہو گئی ہیں

میں رو دیا ہوں یاں تک ابھی تیغ کا
کہ آنکھیں مری ناوداں ہو گئی ہیں

جدائی سے اُس زلف کی مثلِ شانہ
مری انگلیاں استخواں ہو گئی ہیں

رخ اس کا میں اے مصحفی کیونکر دیکھوں
نگاہیں مری بدگماں ہو گئی ہیں

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بے شعوری دیکھیے جو مطلقاً واقف نہیں — اُس سے ہم کہنے لگے ہیں ماجرائے دردِ دل

کتنے ناداں ہیں کہ شہرِ عاقلاں میں مصحفی
ہم درِ دار الشفا پہ ہیں گدائے دردِ دل

آہ بھاتا نہیں دل کو ترا جانا شبِ وصل — منھ دکھا کر نہ مجھے پیٹھ دکھانا شبِ وصل

پیشتر یار کے جانے سے مری نکلیو جان — منھ مجھے صبح کا یارب نہ دکھانا شبِ وصل

عفو تقصیرِ محبت تو کرے یا نہ کرے — ترے قدموں سے ہمیں سر نہ اُٹھانا شبِ وصل

کون جانے ہے کہ تاریکیِ شب میں کیونکر — دولتِ حسن کا لُٹتا ہے خزانا شبِ وصل

لے گیا اُس کو اُٹھا گھر سے مرے غیر کے گھر — کر گیا یہ ستمِ تازہ زمانا شبِ وصل

یار کو سونے سے سو بار جگایا لیکن — بختِ خوابیدہ کا آیا نہ جگانا شبِ وصل

تیرہ روزی سے جو نکلا میں تو بیٹھے بیٹھے — یاد آیا اُسے کاجل کا لگانا شبِ وصل

دل میں حسرت تو نہ رہ جائے ہم آغوشی کی — موت سے میری ذرا پیشتر آنا شبِ وصل

حال دل اس سے میں کہتا تو ہوں پر یہ ڈر ہے — صبح کر دیوے نہ باتوں میں زمانا شبِ وصل

ہو گئی صبح سپیدی سے عیاں دانتوں کی — راس آیا نہ ہمیں اس کا ہنسانا شبِ وصل

خون پر اپنے کمر باندھتی ہے آپ میاں
مصحفی اس کے تئیں پان کھلانا شبِ وصل

نمید ہے جو تجھ کو تو نمید سے نکل — اور دید کا جو شوق ہے چل دید سے نکل

زنداں ہجر میں ہمیں سونپا تھا عشق نے — آئے ہیں ہم نصیبوں کی تائید سے نکل

قالب میں میرے یار وہ بھلا کیا سمائے دم — جب جان کو کہے کوئی تاکید سے نکل

[illegible]

ہوا ہی سے کبودی لبِ بتاں کا رنگ
دکھائے کیا ہمیں اب دیکھیے آسماں کا رنگ

شب سیہ ہی کبھی اور کبھی ہی روز سپید
نت ایک رنگ پہ رہتا نہیں جہاں کا رنگ

ضعیف اتنا ہوا وہ غم جدائی میں
کہ رخ سے اڑ نہ سکا تیرے ناتواں کا رنگ

چمن میں کھولے تو گر چشمِ عاقبت اپنی
بہار میں نظر آوے تجھے خزاں کا رنگ

بیان باغ و چمن [illegible] نکل آیا
چھپا سکا نہ زمیں خونِ کشتگاں کا رنگ

گر بہار کے دن پھر قریب آ پہنچے
شگفتگی پہ ہے [illegible] بوستاں کا رنگ

ہمارے گریہ نے برسات جو لگا دی ہے
ہوا ہے سبز ہوائی سا اس جواں کا رنگ

بچے گی جان تری اس سے مصحفی کیونکر
اگر یہی ہے شبِ ہجر جانستاں کا رنگ

دکھا کے پھول کی پتی کا ہو نقاب کا رنگ
کرا دیا ہے [illegible] شگفتہ گلاب کا رنگ

بہارِ ہستیِ فانی ہے [illegible] گزرے
تو [illegible] اڑ گیا حباب کا رنگ

اثر نہ ہووے جو رشتۂ دل کی محبت میں
تو سرخ آگ پہ ہو جائے کیوں کباب کا رنگ

چڑھا ہے جیسے ترے حسنِ تیم رنگ کا عکس
عجب نہیں جو گلابی ہے آفتاب کا رنگ

خمار میں بھی ہے کافر کے زور کیفیت
کبھی دکھاؤ تو تری چشمِ نیم خواب کا رنگ

[illegible] آسماں [illegible]
اڑا ہے کس کے دلِ خانہ خراب کا رنگ

میں سال خوردہ ہوں [illegible] مصحفی ہر دم
نظر میں میری زمانے کے انقلاب کا رنگ

ان دنوں بکھرا ہی جو اس گل کی عنابی کا رنگ
حسن دکھلاتا ہے کیا کیا اپنی رعنائی کا رنگ

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

اب کہاں لڑکوں کے تیہر کھانے اور گالیوں کی دھوم ہو گئی بس چند روز ہی گرمیِ بازارِ عشق
مصحفی لکھ دیجیے اُس میں اپنا گر رنگیں کلام
کیجیے گلزارِ ابراہیمؑ کو گلزارِ عشق

نہ کر سکا پس مرُدن بھی دل کے پنہاں چاک اُگے ہے لالہ مری خاک سے گریباں چاک
ہوا ہی ادا یہ کرے کیونکہ گل گریباں چاک کہ آستینوں میں رکھتے ہیں نازنیناں چاک
کبھی جو بہت جنوں آ گیا ہے شوخی پر کیا ہے جیبِ صبوری کو تا بہ داماں چاک
ہے ایک غنچہ کی چولی ہے سو جگہ سے پھٹی ہوئے ہیں اب کی برس یہ چمن میں ارزاں چاک
بکھر گئی کبھی رُخ پر جو اس کی زلفِ سیاہ بہ روئے صبح ہوا جیبِ شب کا خنداں چاک
سیا کبھی جو گریباں میرا ناصح نے
میں اس کی ضد سے کیا مصحفی دو چنداں چاک

لطفِ سیرِ بہارِ گلستاں ہے زیرِ تاک! یا عکسِ سیرِ شبِ ہجراں ہے زیرِ تاک
ہے جام دست حاضر ساقی و نے نواز گویا نشاطِ عید کا ساماں ہے زیرِ تاک
جاتا ہے پارِ گنبدِ خضرا کو چیر کر از بس بلند نعرۂ مستاں ہے زیرِ تاک
ساماں کیا ہے ابر نے یہ جس کے واسطے میکش کوئی تو باغ میں مہماں ہے زیرِ تاک
ہنستا ہے بے ثباتیِ رنگِ نشاط پر گر جام ہے تو شیشہ بھی گریاں ہے زیرِ تاک
پھر مصحفی ہے یاد تجھے گیسوئے بتاں
شوقِ وصال سلسلہ جنباں ہے زیرِ تاک

ظالم ہے تیرے ہاتھ سے لے نازنیں ہلاک کیا کیا کیے ہیں تو نے بہ شمشیرِ کیں ہلاک

میں وہ مجرم ہوں [illegible] سے بگڑ جاتا تھا — [illegible] ازل سے [illegible] طوق
[illegible] ہو [illegible] — [illegible] طوق

مصحفی [illegible] دکھاتی ہے [illegible]
[illegible]

[illegible] مشتاق — [illegible] مشتاق
[illegible] عشق [illegible] — [illegible] مشتاق
[illegible] عاشق [illegible] — [illegible] مشتاق
[illegible] — [illegible] مشتاق
[illegible] — [illegible] مشتاق
[illegible] — [illegible] مشتاق

کیا مصحفی [illegible]
[illegible] مشتاق

[illegible] عشق — [illegible] عشق
[illegible] — [illegible] عشق
[illegible] — [illegible] عشق
[illegible] — [illegible] عشق
[illegible] — [illegible] عشق
[illegible] — [illegible] عشق

اس غم سے میں مروں ہوں کہ کیوں چشمِ آفتاب
تکتی ہے اس کے رخنۂ دیوار کی طرف

کچھ تو مزا ہے جو راتوں کو پارسا
جاتے ہیں چھپ کے خانۂ خمار کی طرف

اللہ رے ادب کہ دمِ ذبح رہ گیا
کچھ اٹھ کے ہاتھ دامنِ خونخوار کی طرف

وہ نغمہ سنج ہوں میں کہ دیکھے ہے صبح و شام
مرغانِ باغ میرے ہی منقار کی طرف

ایسے مریض سے ہے طبیبوں کو احتراز
جاتا ہے کون عشق کے بیمار کی طرف

اے مصحفی نہ ڈر تو کہ مارے گا روزِ حشر
دریائے عفو موج گنہگار کی طرف

نہ ترے ساتھ میسر ہوئی یک جائی حیف
ایک شب وصل کی صورت نہ نظر آئی حیف

آخر گھونٹ گلا آ کے اجل نے گھونٹا
اب زباں تجھ سے گئی قوتِ گویائی حیف

ایک دن تجھ سے تو کہوے گا زمانہ تنہا
تو بھی لے سونے کی نہیں اب شبِ تنہائی حیف

مطلعِ صبحِ قیامت نظر آتا اس کو
اس کے رخ پر نہ پڑی چشمِ تماشائی حیف

نزلِ عشق تو کچھ [illegible] نہیں اس میں ہیہا
ضعف کرنے نہیں دیتا ہے شکیبائی حیف

[illegible] رشتہ یادش اس [illegible] کر کے میں کہ رہے
اک نہیں کوہ کنی نہیں سکم جبہ سائی حیف

مصحفی یار کو کیا کیا تھا بالیں پہ
جان نہ ذرا اور بھی ہونٹوں پہ ٹھہر آئی حیف

[illegible] میں اب گرہ گیسو کے طرح [illegible]
جس طرح حلقے کمند [illegible] کے پھندا کھنچ کے [illegible]

[illegible] کی گرد [illegible] سب سرتا سر
تھے ہم تشت سے گو دستہ [illegible]

[illegible] گھنگھا لتیرا [illegible]
حلقہ دام ہی ہمارے [illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

ہے وضع میں جو وہ بت خونخوار بے لحاظ — نازک کمر پہ باندھی ہے تلوار بے لحاظ
بے پیچ برگِ گل سے الجھتی ہے ہر سحر — مرغِ چمن کا کیسا ہے منقار بے لحاظ
مدفون ہیں تیرے کوچے میں لاکھوں شہیدِ ناز — اس جا نہ چاہیے تجھے رفتار بے لحاظ
غنچے ہیں سر کیے [illegible] گل خوابِ ناز میں — [illegible] صبا [illegible] گزار بے لحاظ
لیتا ہے بوسہ لبِ جاناں بزور مے — مستی میں [illegible] ساغر سرشار بے لحاظ
دامن کا پاس ہے نہ گریباں کا کچھ خیال — [illegible] دیدۂ خوں بار بے لحاظ

اب [illegible] سینہ [illegible] کے پار
[illegible] مصحفی زار بے لحاظ

جہاں میں رہتے ہیں جس طرح انبیا محفوظ — بجا ہے فقر میں [illegible] رکھتی ہے [illegible] محفوظ
شرابِ حسن کی لذت سے اُن کو کام نہیں — جو پاک باز ہیں رہتے ہیں وہ سدا محفوظ
ضرور کیا ہے کہ [illegible] — کرے ہے دور سے [illegible] صبا محفوظ
گلوں کا [illegible] اُس [illegible] کو زوال — چمن میں [illegible] ہوئے گی صبا محفوظ
جو [illegible] کشتۂ الفت ہے وہ قدم رکھے — [illegible] محفوظ
[illegible] دل میں آشنائی کی — [illegible] آشنا محفوظ
[illegible] خطِ عنبریں [illegible] — ہیں اپنے دل میں [illegible] محفوظ

[illegible] مصحفی [illegible]
[illegible] محفوظ

[illegible] شمع — [illegible] داغِ شمع

صید عنقا کا عبث ہے دلِ ناداں کو خیال — ایک پشہ کو نہیں ناوکِ تقدیر سے فیض
منع ہے مرغِ ملالت میں سخن کا [illegible] — کیا کسی کو ہو مرے خاطرِ دلگیر سے فیض
ریختہ گوئی کی بنیاد دکنی نے ڈالی — بعد ازاں خلق کو مرزا سے ہوا اور میرؔ سے فیض
اور اردو کا جو ماہر ہے تو اب دیکھئے ہے — چند [illegible] سرِ شخص کی تقصیر سے فیض

گرچہ زمرہ میں ہیں ان کے نہیں پر لیتے ہیں
کتنے مشتاقِ سخن مصحفیؔ پیر سے فیض

ہوتی ہے جب ادھر کو نظر دوستاں غلط — کرتے ہیں میرے رخ کو برنگِ خزاں غلط
باتیں ہیں التفات کی سب میری جاں غلط — ہوتی ہے تو جدھر کی ہے سمت اے مہرباں غلط
تا چند صبح اٹھ کے یہ آئینہ دیکھنا — کوئی نگہ ادھر بھی ہو اے جانِ جاں غلط
قسمت تو دیکھ غیر کا خط دیوے یار کو — قاصد مرے ہی خط کو کرے درمیاں غلط
از بسکہ میں نے خوب اسیری چمن میں کی — ہونے لگا قفس سے مجھے آشیاں غلط
گہ لاکے چرخ دیوے سبب آتشِ فراق — ہوتا ہے رنگِ زرد بھی دمِ امتحاں غلط
کرتا ہے شب بازیٔ لیل و نہار کو — اوراق گنجفہ کی طرح آسماں غلط
جاؤں گا اس کے گھر جو کبھی بے دماغ ہو — پوچھے گا تو کہوں گا کیا میں مکاں غلط
آئے تو وے چمن میں تو دا ہی کو اے نسیم — ہر ایک دم ہے رنگِ گل و گلستاں غلط
آتے ہی شامِ وصل لیا تو نے منہ پھیرا — اک چال میں پیا تو چلا آسماں غلط
مسجد کی سمت نشہ نے مجھ کو بھلا گیا — مستی میں ہو گئی نظر کوئے مغاں غلط
ہے مصحفیؔ کہیں کی کہیں فرد کی طرح — جیسے ہوا ہے دفترِ ہندوستاں غلط

ہے ذی حیات کو کافی اجل کی اک سر تنگ ۔۔۔ کرے چراغ پتنگے کا جیسے پر خاموش
فغاں کرے تھا ترا کشتہ بسکہ آنکھوں میں ۔۔۔ تھے لب تو بند ولیکن نہ تھی نظر خاموش

ہر ایک سے میں مرا ضبط مصحفی کب ہے!
وہ میں ہوں جو رہا غم کھا کے بیشتر خاموش

خشت زیر سر میں ہے یاں بالش پر کا خواص ۔۔۔ خار پہلو کے تلے رکھتے ہیں بستر کا خواص
معجز عیسیٰ کو کر دیتا ہے اک دم میں ذلیل ۔۔۔ ہم نے یہ دیکھا ترے لعل فسوں گر کا خواص
قطرہ ہائے خوں بھی جاتے ہیں مثال اشک سرخ ۔۔۔ ہے مرے ہر زخم تن میں دیدۂ تر کا خواص
جوشش خوں میں ہمیں فصاد کی حاجت نہیں ۔۔۔ خار صحرائے جنوں رکھتے ہیں نشتر کا خواص
گاہ میرے ہاتھ میں ہے گاہ تیرے ہاتھ میں ۔۔۔ یعنی ہے دور فلک میں دور ساغر کا خواص
بات کہتے شیشۂ دل ٹوٹ جاتا ہے مرا ۔۔۔ اس کے حرف سخت میں ہے بسکہ پتھر کا خواص
ہیں جہاں اس کی صفائے تن کے کشتوں کے مزار ۔۔۔ خشت میں واں جلوہ گر ہے سنگ مرمر کا خواص
اب تو مارے ضعف کے چہرے سے اڑ سکتا نہیں ۔۔۔ تھا کبھی رنگ پریدہ میں کبوتر کا خواص

کھینچ ہو کر اشک گرتے ہیں جو مژگاں سے مرے
مصحفی پاتا ہوں ان میں آب خاور کا خواص

نسب کو پہونچے ہے تری زلف گرہ گیر سے فیض ۔۔۔ جیسے ہوتا ہے مریدوں کے تئیں پیر سے فیض
طرفہ بے لطف ہے صحبت ترے حیرانوں کی ۔۔۔ سچ ہے ہوتا نہیں نقش بر کو تصویر سے فیض
اس نے تیروں پہ کئے نصب طلائی پیکاں ۔۔۔ تا اسی طرح ہو سب ہی کو مرے تیر سے فیض
کام آتا ہے ہر اک بات میں انساں کا خیال ۔۔۔ ماہ کنعاں کو ملا خواب کی تعبیر سے فیض

ہوں میں تو زندانی چاہ ذقن الفت کا تری — سو ہم گل میں نہ تھی جس کو گلستاں کی ہوس
عشق نے کھینچ کے تصویر بنایا ہے مجھے — دل میں کیونکر نہ رہے چاک گریباں کی ہوس
آستیں سے مرے آنسو نہ پونچھ اے ہمدم — خاک نکلے نہ کہیں دیدۂ گریاں کی ہوس

مصحفی یاد خط و زلف میں گر دی ہے جاں
ساتھ جاوے گی مرے سنبل و ریحاں کی ہوس

ہے دل میں محبت تری اے ماہ جبیں نقش — مٹ جائے مٹائے سے یہ کاغذ کا نہیں نقش
سر اپنا پٹک کے رہا سجدے میں تا دیر — صورت کا تری دیکھ کے صورت گر چیں نقش
کس طرح نہ دیکھے تو حسن کا مرقع — کیا کیا نہ لگے منہ کو چھپا زیر زمیں نقش
ہے سیکھتا [illegible] کا اپنی کبھی [illegible] عالم — مٹ جاوے ہے جوں موج کا [illegible] نقش
کیا کیا نہ مسلماں تری تسخیر کو [illegible] — پڑھتے ہیں عزیمت کہیں بھرتے ہیں کہیں نقش
بیٹھے ہیں ہوئے آئینہ [illegible] جو وہ گل — [illegible] ہوتے ہیں خود در [illegible] نقش
کس روئے کتابی کی صفا کے ہیں یہ مشتاق — [illegible] ہیں جو سجادۂ [illegible] نقش
ثانی ہو کوئی حسن کی تصویر لکھی ہے — رکھ لیوے ہے صورت کا تری اپنے قریں نقش

اے مصحفی بیٹھیں ہیں نہ کیوں اس کو لگا تا
ہو تا ہو ترے نام کا شاہان نگیں نقش

ہزار شور ہیں دل میں زباں ہے پر خاموش — نہ آدمی کو کرے شرم اس قدر خاموش
سنے آئینہ سے [illegible] اپنے گھر کے بیچ — رہے ہیں اہل سخن بیٹھے بیشتر خاموش
نسیم جا کہ ترنم ہی ہے [illegible] سے بھی ڈر — چراغ گور غریباں کو تو نہ کر خاموش

بتاں صبر آزمائی ہو چکی بس
ملو اب بے وفائی ہو چکی بس

ہماری خود نمائی ہو چکی بس
جہاں چھپٹی ہوائی ہو چکی بس

یہی ہے اُس کی گر بیگانہ وضعی
تو ہم سے آشنائی ہو چکی بس

بھروسا کیا ہمارا اشک کی بوند
جہاں مژگاں پہ آئی ہو چکی بس

پھنسے صیاد کے پھندے میں بے طرح
ہماری اب رہائی ہو چکی بس

دلا مت دیدۂ خونبار کو پونچھ
ہر اک انگلی حنائی ہو چکی بس

یہی درباں پہ قدغن ہے تو یارو
صبا کی واں رسائی ہو چکی بس

غزل اے مصحفی یہ میر کی ہے
تمھاری میرزائی ہو چکی بس

آہ نکلی نہ کبھی دیدۂ گریاں کی ہوس
اشک کے دل میں رہی [illegible] مژگاں کی ہوس

مرد قانع نہ کرے مجلس شاہاں کی ہوس
خوار رکھتی ہے بس انسان کو نہاں کی ہوس

ہم گرفتار ہوئے فصل گل آتے ہی دریغ
رہ گئی دل میں تماشائے گلستاں کی ہوس

خط شمشیر نے قاتل کے نکالی وہ بھی
تھی گلے کو جو مرے طوق گریباں کی ہوس

باب کم قدر نہیں رتبۂ عالیجاہی
مور کس منہ سے کرے [illegible] سلیماں کی ہوس

ہے گلے پر ترے کشتہ کے خط نیلی ہنوز
لے گیا دل ہی میں یہ خنجر براں کی ہوس

کام ہوتا ہے ترے نیم تبسم میں تمام
تو جو چاہے تو نکل جائے ہر انساں کی ہوس

ذرہ ذرہ میں ہے ترے عشق کا یہ قدغن ہے
جان دو اور نہ کرو راحت درماں کی ہوس

[illegible] دم نزع جو تکلیف کرو ستم اتنی
رہ گئی ہے مجھے اک جنبش مژگاں کی ہوس

دیکھا نہیں کیا اُس نے ترا روئے شگفتہ
اس باغ میں کرتی ہے جو پھولوں پہ صبا ناز

عشاق کا دل خوں نہ کریں کیونکہ وہ کافر
سکھلاتے ہیں ہاتھوں کو ترے رنگِ حنا ناز

چھریاں ہمارے دل میں گڑوتی ہے ہزاروں
وہ چشم کہ سو ناز سے کرتی ہے ادا ناز

آئینہ جو منہ دیکھ دیا ہاتھ سے پٹکا
آئی یہ صدا اس سے کہ اللہ رے ترا ناز

خواہش کی نظر گر ہیں کریں چہرے پہ اس کے
تصویر بھی بس کرنے لگے منہ کو پھرا ناز

گر ہے یہی انداز حیا اس کا تو اک دن
لاوے گا مرے سر پہ تغافل کی بلا ناز

کھینچا ہے نیا خامۂ تقدیر نے نقشا
کیونکر نہ کرے حسن پہ یوسف کے خدا ناز

گر ایک بلا ہو تو کوئی جی کو بچا دے
ہے عشوہ بلا غمزہ بلا یہ بلا ناز

گر باغ میں جاتا ہے وہ گلگشت ہو اکو
کرنے نہیں دیتا اُسے واں سروِ قبا ناز

ابرو کا کہ مژگاں کا کہ اس چشمِ سیہ کا
کس کس کا اٹھائے دلِ خوں گشتہ بھلا ناز

اے مصحفی تو ہیچ بھلا دیجئے کس کو
کرتا ہے جہاں عشق بجا حسن بجا ناز

افسوس کہ کھلتے ہی خزاں کر گئی نرگس
تجھ سے خجالت زرست سے نہاں کر گئی نرگس

آگے لبِ خنداں کے ترے بر سرِ گفتار
غائب نہ ہوا اپنے میں زباں کر گئی نرگس

کم ظرف تھا ہستیِ عالم پہ نظر کر
چشمک طرفِ تاجوراں کر گئی نرگس

دو چار شب اس باغ میں مہماں رہی ہائے
پھر کوچ سوئے ملکِ خزاں کر گئی نرگس

مستی سے تری چشم کے سنکھ ہو نہ چینی
اس میں تو کچھ اپنا ہی زیاں کر گئی نرگس

اے مصحفی حیرت زدہ ہے حسن کی کس کے
جو چشم کو یک نگراں کر گئی نرگس

نہ ہو جیتے جی جو اسیر [illegible] | خود اپنی [illegible] گھبرا رہا ہوں پر
[illegible] | قفس [illegible] [illegible] پر
شب [illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible] گردن کی [illegible] پر
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] الجھ کر | [illegible] بار الجھ کر
[illegible] | [illegible] الجھ کر
[illegible] | [illegible] اپنا شب تار الجھ کر
[illegible] وحشت [illegible] | [illegible] الجھ کر
حسرت [illegible] | [illegible] گرفتار الجھ کر
[illegible] | رہ جائے [illegible] کوئی تار الجھ کر
[illegible] | [illegible] الجھ کر

اے [illegible] امیر [illegible] گا
[illegible] شب وصل اس کا اگر بار الجھ کر
ہاتھ میں تھا دامن دلدار شب وصل [illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

جیتا ہی تصور سے مزا وصل کا عاشق / اُس سحرِ مجسم میں یہ اعجاز ہی کچھ اور
ہی حُسن کی تصویر کے رتبے تو ہزار دل / خوبی کا ترے پردۂ ناز ہی کچھ اور
نسبت مجھے کیا زمزمہ سنجانِ چمن سے / ہوں طائرِ سدرہ مری پرواز ہی کچھ اور
نغمہ ہی مرا زمزمۂ طائرِ قدسی / اور نغمۂ مرغانِ خوش آواز ہی کچھ اور
سو زمزمے نکلے ہیں مرے تارِ نفس سے / نہ چنگ نہ قانون ہی یہ ساز ہی کچھ اور
ہیں خوش جو ہوا دیکھ کے یاقوتِ لب اُس کے / سمجھا نہ وہ یہ جی میں یہ نظر باز ہی کچھ اور
ایذا نہیں دیتا میں کبھی دام و قفس کو / جوں رنگِ پریدہ مری پرواز ہی کچھ اور
ہوتا ہی خجل نغمۂ داؤد بھی اس جا / یعنی یہ گلا اور یہ آواز ہی کچھ اور
فخریہ غزل یہ تو کہی مصحفی تو نے
اب اس میں بھی کہہ جا وہ جو انداز ہی کچھ اور

نظر پڑے ہیں کچھ آثارِ یار اور سے اور / سمن دکھاوے ہی فصلِ بہار اور سے اور
مریضِ غم کا ترے دم نکل گیا ہوتا / قلق رہا یہ شبِ انتظار اور سے اور
کسی سے وصل کا وعدہ وہاں ہوا ہی تو آج / ہی مضطر اب دلِ بے اختیار اور سے اور
ہم آئے کر کے سفر جو ہیں بعد مدت کے / تو دیکھی صورتِ شہر و دیار اور سے اور
ہم اپنے دل میں سدا اور کچھ سمجھتے ہیں / فلک دکھائے ہی لیل و نہار اور سے اور
بیک طریق رہا راہِ آشنائی میں / اگرچہ ہو گئی شکلِ فشار اور سے اور
برنگِ نقشِ قدم خاک میں ملا تو بھی
ہوا نہ مصحفی خاکسار اور سے اور

نہیں جانے کا تیر بے عدن سے تیر جا بند سینہ کا — دماغ اپنا جلاتا ہے عبث تو چارہ گر ہم پر
انھیں کس واسطے صیاد ڈورے سے تو باندھے ہے — گراں ہے ان دنوں آپ ہی ہمارے مشت پر ہم پر
دل نازک کا شیشہ اپنے ہم رکھتے ہیں پہلو میں — سمجھ کر پھینکیو اے باغباں گل ادھر ہم پر
درخت گلشن تصویر ہیں اے مصحفی ہم تو
لگاوے گر کوئی کیونکر لگیں تیغ و تبر ہم پر

رکھی یہ طرفہ جھکیوں نے لاگ پانی پر — کہ لفظ سے یہ لگاتے ہیں آگ پانی پر
خیال زلف میں یہ غرق تھا کہ میرے تئیں — ہر ایک موج نظر آئی ناگ پانی پر
مجھے تو جام صبوحی کا تجھ سے لینا ہے — ابھی سے ساقی تو لایا ہے راگ پانی پر
ہوا ہوں آشنا سب ہر کے آنکھوں اس میرے — پھرے ہیں ترتے ہوئے جیسے جھاگ پانی پر
بنے ہیں پلک شفق نے جو قمقمے سے حباب — کوئی تو کشتی میں کھیلے تھا پھاگ پانی پر
لگی ہے تشنگی میں آتش جمال دوست سے پاس — دلا تو بیٹھ کے کشتی میں گا بہاگ پانی پر
ہر ایک موج میں دلہن کی بو جو آتی ہے — بہایا کس نے یہ عطر سہاگ پانی پر
محیط چشم تر مصحفی ہیں یوں مژگاں
کہ جیسے کھیلے ہے ناری کا ساگ پانی پر

انجام ہو کیا دیکھیں یہ آغاز ہے کچھ اور — طرز نگہ حوصلہ پرداز ہے کچھ اور
کہنے کا مرے شعر کے انداز ہے کچھ اور — سحر اور ہے اور رتبۂ اعجاز ہے کچھ اور
آنے کا شب وصل کے انداز ہے کچھ اور — ہے ناز ترا اور تو یہ ناز ہے کچھ اور
کیا تازہ کوئی غنچہ کھلا آج چمن میں — جو مرغ نوا سنج کی آواز ہے کچھ اور

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کیا کروں اہل صفاہاں کی بھی خاطر ہے مضطر
اور سب ہند کے فصیحاں کی بھی خاطر ہے مضطر

کر چکا کنج قفس میں تو نالہ لاکھ بار
ان ہم سخنان بستاں کی بھی خاطر ہے مضطر

دیجیے تیر اجل کو کیوں نہ سینے میں جگہ
ہم کو جس [illegible] مژگاں کی بھی خاطر ہے مضطر

نالۂ آتش فشاں کرتا تو میں پہ کیا کروں
ظلمت شب ہائے ہجراں کی بھی خاطر ہے مضطر

آج کی شب گر رہا گئے مصحفی بے جاں رہے
کیا کریں ہم کو تو درباں کی بھی خاطر ہے مضطر

دل خوش نہ ہوا زلف پریشاں سے نکل کر
پچھتائے ہم اس شام غریباں سے نکل کر

استاد کوئی اور ملا قیس کو شاید
لی راہ جو جنگل کی دبستاں سے نکل کر

گو دار رگ گردن سے کہ جوں شمع سر اپنا
تلوار ہی کھاتا ہو گریباں سے نکل کر

اس دست حنائی میں رہا آئینہ اکثر
دریا نہ گیا پنجۂ مرجاں سے نکل کر

ملتی ہے حیات ابدی قید میں ان کو
مر جاتے ہیں قیدی ترے زنداں سے نکل کر

نازک ہے دل یار رہے چاہیے مجھ کو
فریاد کروں عالم امکاں سے نکل کر

کیا جانیے منہ دیکھیں گے کب وصل کے دن کا
ہم لوگ عذاب شب ہجراں سے نکل کر

آخر ہوئی زاہد کے لیے دام اسیری
زنار رگ گردن ایماں سے نکل کر

تنہائی کے گوشہ میں اک آرام ملا ہے
جاؤں میں کہاں مصحفی ایواں سے نکل کر

ہے دل کے سویدا کا مرے خال ذقن چور
اور رنگ کا ہونٹوں کے ترے لعل یمن چور

اس گل کے اگر لب سے ہنسی لب تک آوے
تو رشک سے ہو غنچۂ نسترن کا دہن چور

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

میں نے کیا زور نگہ سے ترے رخ کو دیکھا
آئینہ بیچ میں کس واسطے دیوار ہے آج!

نہیں بے وجہ کیا تو نے صنم اتنا بناؤ
بخت ترا بیدار کسی شخص کا بیدار ہے آج

کیونکہ در سے ترے جاؤں کہ مری قسمت میں
گشت ہے گا نشت ہے دشنام ہے دھتکار ہے آج

وعدۂ وصل کیا اس نے کسی ساتھ وفا
بدتر از مرگ جو حال دل بیمار ہے آج

مصحفی لاکھ جو کچھ آب ہوا جاتا ہے
ظاہرا رنگ یہ ہے دیدۂ خونبار ہے آج

کہنے کو یوں ہر اک کے زباں ہے دہن کے بیچ
لاوے کہاں سے پر یہ فصاحت سخن کے بیچ

رزق ہوائے غم جو ملا تھا مردہ خوار سے
ڈھونڈا نشان استخواں بھی نہ پایا کفن کے بیچ

گل ہو نہ بے دماغ کہ آتے ہی باغ میں
باد صبا نے خاک اڑا دی چمن کے بیچ

تارے جو شب کو چشم زلیخا سے باز ہیا
یوسف جمال ہے کوئی اس انجمن کے بیچ

ایسا تو عزلتی ہوں کہ جوں مردمان چشم
سیر جہاں کروں ہوں میں بیٹھا وطن کے بیچ

یارب میں مانگتا نہیں کچھ تخت سلطنت
تھوڑا سا صبر دے مجھے رنج و محن کے بیچ

اللہ رے داغ دل کی چمک دیکھیو ذرا
شوخی نہیں یہ چشم غزال ختن کے بیچ

کچھ آیہ و حدیث نہیں قول مصحفی
جو کچھ بکا ہے اس نے سو دیوانہ پن کے بیچ

آتش زباں ہوں مجھ کو نہ لاؤ سخن کے بیچ
شعلہ لگا اٹھے گا ابھی چرخ کہن کے بیچ

میری زبان زبانۂ سوزاں سے کم نہیں
آتش کدہ رکھوں ہوں میں گویا دہن کے بیچ

وہ تیرہ بخت ہوں کہ سواد فراق میں
پاتا ہوں لطف شام غریبی وطن کے بیچ

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] . [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

اکٹھے ہوئے ہیں جب دل سوزاں کے آبلے
لڑکا کئے ہیں خوشۂ انگور سے بہت

ڈرتا ہوں میں کہ اس کا تصور نکل نہ جائے
روزن ہیں دل میں خانۂ زنبور سے بہت

کروٹ بھی اس کو ضعف سے لینا محال ہے
طاقت گئی ہے اب دل رنجور سے بہت

دامن تمام لالہ ستاں ہو گیا مرا
از بسکہ خوں گیا مرے ناسور سے بہت

تیغ جفائے چرخ رہی ہے سدا علم
سولی پہ اس نے کھینچے ہیں منصور سے بہت

کیوں داغ دل پہ اپنے رکھوں اس کو ہم نشیں
نفرت ہے مجھ کو مرہم کافور سے بہت

کیوں لکھنؤ نہ ثانی طہراں ہو مصحفی
ملتی ہے گفتگو تری نیشاپور سے بہت

کچھ اس روش سے ہوئی دل کو بیقراری رات
کہ گھر میں بستر سے مارا کیا میں ساری رات

زمیں پہ طائر بسمل کی طرح یہ تڑپا
کہ تار و خس سے اٹھائے میں زخم کاری رات

فسانہ گو کی کہانی سے جب نہ آئی نیند
بلا کے اس نے سنی داستاں ہماری رات

یہ کس کے جنبش ابرو کا تھا خیال مجھے
چلا رہی تھی سر [illegible] سانس دل پہ آری رات

مسیح بیٹھ کے بالیں پہ اس کی رویا خوب
کہ تھی مریض محبت کو دم شماری رات

گلے پہ اپنے جو رکھا تو ایک رگ نہ کٹی
میں دیکھ لی ترے خنجر کی آبداری رات

سحر تلک نہ پڑا چین اور نہ نیند آئی
دل حزیں کو جو چوٹ لگ گئی تھی کاری رات

قلق میں یہ مری آنکھوں سے گر پڑے آنسو
کہ منع گریہ نہ تھا امر اختیاری رات

کسی کی بات کچھ اے مصحفی جو یاد آئی
کیا اگرچہ بہت ضبط آہ و زاری رات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نازک دماغ مجھ سا چمن میں کوئی نہیں | لگتی ہے مجھ کو نکہت گل سنگ عندلیب
اک دن جلا رہے گی اسے برق رنگ گل | کہتا ہوں آشیاں کا ترے ڈھنگ عندلیب
گو تو زباں دراز ہے اور تو ہے ہرزہ گو | ڈرتا ہوں تیرے اس کے نہ ہو جنگ عندلیب
تصویر ناز گل کی کوئی انتخاب کر | صحن چمن ہے صفحۂ ارژنگ عندلیب
بیداد باغباں سے جو ہیں سیر باغ کی | لاکھوں دبے پڑے ہیں تہ سنگ عندلیب
کیا ظلم ہے کہ تو ہے اسیر اور باغ میں | کلیاں نکالتی ہیں نئے رنگ عندلیب
جاتا ہوں گر چمن میں تو رکھ رکھ کے کان کو | نالہ کا مجھ سے سیکھتی ہے ڈھنگ عندلیب

یہ شعر مصحفی جو ہیں گل باغ میں پڑھے
سن کر میری غزل کو ہوئی دنگ عندلیب

کشتنی گو کہ تو ہے پر ابھی جلاد سے چھپ | چند روز اور ہے تو دلا اس ستم ایجاد سے چھپ
اس سے ٹھہرو نہ سکا تیرا شب ہجراں میں | ہے اثر اب تو نہ عاشق کی تو فریاد سے چھپ
روز رو آخر پڑے گا کام اجل سے تجھ کو | لے کے روح اتنا بھی ہر وقت نہ [illegible] سے چھپ
حسن کی شرم یہ کہتی ہے اسے موسم فصد | مرد فصاد تو کیا تو زن فصاد سے چھپ
آشیاں جس کا ہوا بالائے درخت بے برگ | کیونکہ وہ مرغ رہے دیدۂ صیاد سے چھپ

مصحفی تھا اسے کس شوخ کی فتراک کا خیال
دل جو پہلو میں رہا خنجر فولاد سے چھپ

کیا کھلا تھا باغ میں شب نامۂ گیسوئے دوست | نکہت گل سے مجھے آتی ہے ہر دم بوئے دوست
جا کے اک دن مل گئی پہلو میں شوخی دیکھیے | چٹکیاں لیتے ہی نیلا کر دیا زانوئے دوست

ضعیفی میں بھی رہے مصحفی فدائے حسن
فراغ ہم نے نہ چاہا اگر فراغ ملا

نہ ہوا ہو کہیں خط دیکھ کے دلبر بیتاب — اس کے کوچہ سے جو آیا ہے کبوتر بیتاب
آتش عشق میں رستم کو نہیں تاب ثبات — یہ وہ آتش ہے کہ ہو جس میں سمندر بیتاب
کھل گئے سیکڑوں عقدے دل سودائی پر — کبھی آئی جو نظر زلف معنبر بیتاب
طور سب جل گیا جس آتش سے ہوا تھا سرمہ — اب تلک اس کے لیے ہیں طور کے پتھر بیتاب
اس نے جب آئینہ توڑا تو پھری ساتھ اس کے — وہ خود اسی کے لیے روح سکندر بیتاب
مصحفی دیکھ کے اس آتش سوزاں کا حال
دل ہوا مثل سپند سر مجمر بیتاب

قفس تنگ کی ہم کو تو ہوا ہے مرغوب — یہ چمن اور یہ شبنم اور یہ صبا ہے مرغوب
کون کرتا ہے علاج دل حیران زدہ آہ — درد ہی اپنا ہے یاں کس کو دوا ہے مرغوب
آئینہ ہاتھ سے چھٹتا ہی نہیں ایک ساعت — کچھ تو تیری بھی طبیعت کو ہوا ہے مرغوب
بحر ہستی میں ٹھہرتے نہیں مانند حباب — ہم کو کتنا سفر ملک فنا ہے مرغوب
خوبرو رکھتے ہیں آئینہ سے جو اکثر کام — ان کو کیا دوستی اہل صفا ہے مرغوب
مصحفی گر تو سنے باغ میں جا کر گاہے
نالۂ بلبل بے برگ و نوا ہے مرغوب

ہو کیوں نہ بوئے گل مری آہنگ عندلیب — غنچہ سے بھی قفس ہے مرا تنگ عندلیب
وہ چہچہے نہ وہ ترے آہنگ عندلیب — کس گل کی یاد میں تو ہے دل تنگ عندلیب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

زاہد کو یہ دکھاتے ہیں بتاں رو کے کتابی — اس پر بھی یہ کافر تو مسلماں نہیں ہوتا
یہ کام مرا سینہ زنی چہرہ خراشی — اس ہاتھ سے کیا کیا شب ہجراں نہیں ہوتا
یہ ضبط کا عالم ہے کہ میرے خوں [illegible] — آلودہ کبھی یار کا داماں نہیں ہوتا
جب بیٹھ گیا تنگ سے یہی مصحفی بولا
طے مجھ سے محبت کا بیاباں نہیں ہوتا

جس وقت زرد رو ہوئے اجل سے خجل ہوا — چھاتی میں یار کے دم مرا [illegible] ہوا
رنگ ثبات چہرہ پہ اک گل کے یاں نہ تھا — سرو چمن میں عبث پا بہ گل ہوا
پہچان جب گیا مری نظروں سے وہ مجھے — اس کے وہ [illegible] کتنا خجل ہوا
ممنون کیا کسی کو شہ اس نے پس از وفات — میرا چراغ گور مرا داغ دل ہوا
پرسش ہر ایک خون کی ہووے گی حشر میں — عاشق کا خون تھا کہ وہ تجھ کو بحل ہوا
اعجاز خط نے رخ کا تماشا دکھا دیا — یہ شعلہ تھا کہ دود میں [illegible] مشتعل ہوا
کیا جائے گی زمانے سے شوخی سیماب [illegible] — جس وقت متصل مرے پہلو میں دل ہوا
تقصیر حسن کہتے ہیں [illegible] عشق کے — گر اس سے کچھ خطا ہوا تو میں خجل ہوا
کہنی غزل اک اور بھی ہیں نے تو مصحفی
جس وقت میں بفکر سخن مشتغل ہوا

[illegible] دل تو یار کا دیکھا نہ سنا — حال ایسا کسی بیمار کا دیکھا نہ سنا
سامنے رخ کا ترے آئینہ میں پھولوں کا جو رنگ — یہ تماشا گل و گلزار کا دیکھا نہ سنا
درد عاشق کو وہ کیا سمجھے کبھی اس نے تو — ماجرا دیدۂ خونبار کا دیکھا نہ سنا

آہ و نالہ سے زباں کو نہیں فرصت اک دم | تو نے کیا قہر یہ مجھ پہ شبِ ہجراں
قوتِ حسن ہی قوت پہ بدن کی غالب | دستِ نازک نے ترے پنجۂ مرداں
چمنِ عشق میں کی دست درازی ہم نے | نخلِ خواہش سے گلِ حسرت و حرماں

مصحفی بادہ کشی سے نہ رہا جب کچھ کام
شیشہ خالی ہی پٹک کر سرِ سنداں توڑا

بروزِ حشر بھی تربت سے شہید رو نہ اٹھا | گرا جو آنکھ سے تیری وہ پھر کبھو نہ
عذارِ مہر جبیں شاں شفق سے گلگوں ہے | خمارِ صبح کو شاید وہ لالہ رو نہ
شبِ وصال کہ ہر دوست دم غنیمت ہے | تنک اور بھی مرے زانو سے سر کو تو نہ
ادائے ناز و نگاہ و حیا سے تیری صنم | دیارِ حسن میں کب فتنہ کو بہ کو نہ
ترے تو تیغ کی لذت کے مارے اے قاتل | زمیں سے ساتھ ہی تیغ کے کب گلو نہ
ہوا نہ زخمِ جدائی کا التیام ایسا | کہا تھا کس نے کہ تو زخم سے رفو نہ
جو بادہ مانگے میں ساقی سے خم نشینوں میں | تو اس کے ہاتھ سے شیشہ اٹھا سبو نہ

کب اس کی بزم میں ذکرِ مصحفی آیا
کہ اس کے ہاتھ میں تیغ وہ تند خو نہ اٹھا

جب تلک میں ترے سینہ پہ جی پہ نہیں بنتا | صد چاک کبھی دل کا گریباں نہیں ہوتا
وہ درد دیا تو نے کہ اللہ سے میرے | جس درد کا اظہار سے درماں نہیں ہوتا
کیا جانے کہ کیا خواب پہ ہو شبِ ہجر کا حشر | آرام مجھے دل کو کسی عنواں نہیں ہوتا
محروم چلا میں تو تمنا کا اثر ہے | دامن سے صبا پر درِ زنداں نہیں ہوتا

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

نہ خدا سے سرکشی کر جو تو چاہے نہ آئی کج — ہوا بعد سجدہ سیدھا خط واژگون نگیں کا
میں جہاں کے بیچ رہنے نہیں مصحفی کہ آیا — ہوں عدم کا جانے والا مجھے قصد ہے نہیں کا

محبوب اس پری کی محبت کا وہیں خانہ ہوا — ہوا رفتہ رفتہ سب سے یگانگی بیگانہ ہوا
چمن میں جاتے ہی بلبل اس سے جی [illegible] ہوا — کہ مجھ کو خندۂ گل موت کا بہانہ ہوا
دیا جواب مجھے عمر نے کبھی وہاں سے — جواب سے کہ جو قاصد مرا روانہ ہوا
ہزار شکر کہ اس کو سب اٹھا لے گئے — رہے ہم ایک ہی ضعف کا بہانہ ہوا
ترے [illegible] گل ہمارے بچھڑے سے — اڑا جو رنگ لگتا ہم آشیانہ ہوا
فسانہ اپنا بھی رنگین تھا لیے افسوس — کبھی نہ گوش ترا قابل فسانہ ہوا
نگاہ آئینہ پہ اس نے کی ہیہات رہا — کسی کے تیر لگا اور کوئی نشانہ ہوا
برنگ طائر رنگ حنا میں ہوں وہ اسیر — جو چھوٹ کر نہ شناسائے آشیانہ ہوا
رکھا نہ کام کیا [illegible] حرم کے سجدے سے — کہ مجھ کو نقش زانو ہی آستانہ ہوا
نہ مصحفی سے رہے دل گرفتہ آخر کار — سنو گے تم کہ ہوئے اس کو اک زمانہ ہوا

آ سکا جب ہوا تھا جسم باطل ہو گیا — پرتو خورشید سے یہ سایہ زائل ہو گیا
نور اور ظلمت کے پردے رفتہ رفتہ اٹھ گئے — قطرۂ آب بحر سے آخر کو واصل ہو گیا
جسم خاکی کو بنایا لاغری نے عین روح — غرق تھا بحر کٹ کر یہ ساحل ہو گیا
درمیاں رہتا تھا پندار کا پردہ [illegible] — مند گئی جب آنکھ تو مقصود حاصل ہو گیا

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

بلبل نے اپنا جس پہ رکھا تھا فراغ پایا
اس شاخ گل کو چھپنے کر رکھتے نہ ایاغ پایا

دست تہی کو اپنا جو کوئی کرے کوئی
کچھ پائے پیش شاہ و گدا یا فراغ پایا

پیدا ہوا ہی خار الم دل کے واسطے
ہر چند ڈھونڈا نہیں اس کا نشاں میں سراغ پایا

میدان عشق سے کوئی آگے نہیں پھرا
یاں رستموں کے رخش نے بھی چراغ پایا

اس بزم میں کھڑے کھڑے ہم بھی جلا کیے
مانند شمع اپنے ہوئے صرف داغ پایا

آئے شب وصال تو پر مجھ کو ہے یہ ڈر
کب فرش گل پہ رکھتے ہم نہ خوش دماغ پایا

رفتار تیری دیکھ کے حیران رہ گیا
آگے ترے اٹھا نہ سکا سرو باغ پایا

گستاخی یہاں ہی تو مرنے کے بعد بھی
پیدا کرے گا خاک کا میری ایاغ پایا

کیا کام چلنے پھرنے سے پھر اس فقیر کو
بیٹھا ہے کھینچ کر جو یہ کنج فراغ پایا

جولاں اے مصحفی یا توسن فکر بہتر
لادے کہاں سے ہم بھی اولاغ پایا

جلیا ترے کوچے میں جاؤں تو کچھ کہنا
اور قتل کی خواہش میں پھر آؤں تو کچھ کہنا

عکس اس کا یہ کہتا ہے اس شوخ کی صورت سے
بیٹھا ہے تجھ لے لڑنے میں شرماؤں تو کچھ کہنا

کہہ جائے ملامت ہی احوال مرا تا صبح
میں چاک گریباں کو سلواؤں تو کچھ کہنا

آغوش کو حسرت کی ہے دل ہی میں یاد لگی
اب ہاتھ ترے آگے پھیلاؤں تو کچھ کہنا

ہر چند زمیں یہ ہے سب ڈولے دل میں بھا
گر جوش طبیعت کو ٹھہراؤں تو کچھ کہنا

اے ہمسفراں مجھ کو ہی مشق قدم بازی
میں قافلے کے پیچھے رہ جاؤں تو کچھ کہنا

گو رات گزر جاتے بیٹھا ہوں میں اب نزد تر
زانو ترے زانو سے سرکاؤں تو کچھ کہنا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گو ضبط سے ہوں لاکھ ستم تیری جان پر / تو دم نہ ماریو دلِ شوریدہ دیکھنا
ہاں اے شبِ فراق یہ کیفیت نہ کیجیو / ہووے پلک پلک سے نہ چسپیدہ دیکھنا
سبزے پہ پاؤں رکھیو صبا ٹک لحاظ سے / ہووے نہ باغباں کہیں رنجیدہ دیکھنا
ہے یہ یقیں کہ زلف کے کشتے کی خاک سے / اُٹھے گا گردباد بھی پیچیدہ دیکھنا
آغازِ عشق میں تو تجھے کچھ خبر نہیں / انجام اس کا اے دلِ شوریدہ دیکھنا
کیجیو سمجھ کے گورِ غریباں سے تم گزر / دامن نہ کھینچ لے کوئی خوابیدہ دیکھنا
تنہا نہ جائیو طرفِ کشورِ عدم / میری بھی راہ اے دلِ غم دیدہ دیکھنا

کیا مصحفی کا حال ہوا ہے فراق میں
ٹک اس غریب کا تنِ کاہیدہ دیکھنا

جب اپنی چشم سے رونے کا جھاڑ باندھ دیا / ہر اک فرد سے میں غم کا پہاڑ باندھ دیا
ذکا تو دیکھ کہ ناقص سمجھ کے میں شبِ ہجر / ستونِ عرش سے نالہ کا تار باندھ دیا
بھلا درستی اعضائے پیر کیا ہووے / کہ جیسے رسی سے ٹوٹا کواڑ باندھ دیا
چنے سے کھنچتے ہیں آنکھوں کی [illegible] آنسو / تب فراق نے مژگاں سے جھاڑ باندھ دیا
ستم کیا یہ کہ پہلو کے میرے پھوڑے پر / شب اس نے سوسنہ سا [illegible] باندھ دیا

دل اپنا حلقۂ الفت میں مصحفی میں نے
کسی کی زلف کی زنجیر تار باندھ دیا

ہم نے بھی ایک بُت کے تئیں رام کر لیا / منظور تھا جو اپنے تئیں کام کر لیا
اب صبحِ حشر شوق سے آؤ کہ ہم نے بس / کنجِ لحد میں ایک دم آرام کر لیا

[illegible]

حیرت حسن نے کس کے یہ کیا اُس کو تباہ — آئینہ ماہ کا اتنا بھی تو بے نور نہ تھا

لاکھ پردے تھے اگر شان تقدس یہ تو کیا
مصحفی حسن کبھی پردے میں مستور نہ تھا

در پہ جس کے اس کے جو میں ناتواں گرا — آئی صدا یہ غیب سے ظالم کہاں گرا
کلک قضا سے نقش سہوالقلم کی طرح — میں تیرہ بخت پھر وہیں اُٹھا جہاں گرا
موج ہوا بھی اُس کے لیے برق ہو گئی — شاخ بلند سے جو مرا آشیاں گرا
نرگس سواد یاں سے نہ لالہ اُگا کبھی — خون شہید تیغ تغافل جہاں گرا
فاقوں کے مارے چہرہ مرا زرد ہو گیا — صفرا مرے جگر پہ زبس ہر زماں گرا
دعویٰ کروں گا تجھ سے سبو کا میں دیکھیو — ساغر جو میرے ہاتھ سے پیر مغاں گرا

دیکھے جو مصحفی نے ترے تماشے گالی
بستر پہ تپ کے جا کے وہ آتش زباں گرا

زخم تیغ عشق کا مجھ پر یہ احساں رہ گیا — آہ بھر کر میں جو اُس کوچہ میں یاراں رہ گیا
جامۂ خاکستر گلخن میں کاٹی میں نے عمر — پہ گلا وہ بھی جو بے ترد م گریباں رہ گیا
میرے سینہ پر الف کھینچا یہ تیغ یار نے — یا نشان جادۂ چاک گریباں رہ گیا
دیکھ کر شوخی تری رفتار کی اے سرو ناز — چلتے چلتے باغ میں سرو خراماں رہ گیا
مجھ کو جب چشم صنم نے کافری تعلیم کی — حق پرستو پھر کہاں سے میں مسلماں رہ گیا
عزم جان ناتواں سمجھا جو تیر یار کو — بازوئے دل پر مرے تعویذ پیکاں رہ گیا
دور سے آتے جو دیکھا مجھ کو کوئے یار میں — زیر لب آہستہ کچھ کچھ کہہ کے درباں رہ گیا

[illegible]

دے کے دشنام مجھے ہولے تو خنداں ہونا
پیچھے پھر سر کو جھکا جی میں پشیماں ہونا

نہ ہوا رکھیو مسافر کا پریشاں ہونا
تو ہی اے صبح وطن لے شام غریباں ہونا

پاسبانی نہ خس و خار سے شعلہ کی ہوئی
حسن بے پردہ کا مشکل ہے نگہباں ہونا

تیری خلقت ہمیں منظور نہیں مان کہا
تیرہ بختی نہ دو چار شب ہجراں ہونا

سر میں مت رکھ تو بگولے کی طرح باد غرور
آخرکار تو ہی خاک سے یکساں ہونا

ہم کو نہ آتش خاموش جلاتی ہی نہیں
ہے خس و خار کی قسمت میں گلستاں ہونا

ہیں گرفتار نفس منتظر مژدہ عمر گئی
کبھی باد سحر ایدھر بھی خراماں ہونا

خواہش چاک جو ہے گل کی طرح دامنگیر
جامہ چاہے ہے کہ سراسر گریباں ہونا

مصحفی علم معانی تو ملا میر سے تئیں
گو میسر نہ ہوا حافظ قرآں ہونا

ہے دلیل دو دم باز آمد یہ صبح و شام کا
کس طرح میں معتقد ہوں گردش ایام کا

آزمایا دست جنوں کعبہ میں بھی یہ شور نے
تار بھی باقی نہ رکھا جامۂ احرام کا

کچھ نہ کہنے پائے ہم نامہ سے دل کی تشنگی
لب تلک آنا مقدر ہی نہ تھا پیغام کا

زیست تک تعمیر محل کی فکر میں حیراں رہے
ہم نے زیر خاک اک پایا محل آرام کا

مصحفی کیا صنعت صانع میں کیجے گفتگو
یاں نہیں کچھ تذکرہ آغاز اور انجام کا

موج فنا سے کھیل ہی اپنا بگڑ گیا
ہیں جوں حباب آنکھ کے کھلتے بکھر گیا

ہرگز گیا نہ باد خزاں کا بھی انتظار
وہ تازہ گل میں تھا کہ کھلا اور جھڑ گیا

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصحفی
دیوانِ

غزلیات

ابرِ غفلت سے جو کچھ کم ہو بصیرت اس کی — پائے خفتہ کو بہت مشکل ہے چلنا راہ کا

تازہ رہتے ہیں مرے مژگاں کے سیلِ اشکِ چشم — سو کبھی ہرگز نہ دیکھا جس طرح سبزہ گیاہ کا

عمرِ دو روزہ کی فرصت ہو وبالِ زندگی — داغ ہے کتنا گراں اس رشتۂ کوتاہ کا

شال و چادر کا سمجھے [illegible] — ایک ہی تابوت ہوتا ہے گدا و شاہ کا

مصحفی گرمیِ طبیعت کی جو ہاں جاذب ہوئی
کہربا کو ہیچ سے کیا مشکل اٹھانا کاہ کا

کیا تپاک کچھ اس کو حالتِ بسمل میں رہ گیا — خنجر جو چلنے سے پیشتر کفِ قاتل میں رہ گیا

[illegible]

[illegible]

(١٩١٣)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شہر امروہہ کی پرتصبت کی زندگی گزارتے ہوئے قصبہ اکبرپور میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ مستورات کا تمام حصہ وہیں رہتا تھا جہاں اس عدیم المثال صاحبزادہ کی ولادت ہوئی جو ادبی دنیا میں مصحفی کے تخلص کے ساتھ مشہور ہیں۔ چنانچہ مصحفی کہتے ہیں۔

[illegible] تخلص ہے مشفق!
[illegible] جہان سے مرا نام گم ہوا

وطن

بعض تذکرہ نویسوں نے مصحفی کا وطن امروہہ لکھا ہے۔ لیکن شعرائے اردو کا قدیم ترین تذکرہ جس میں مصحفی کے حالات شامل ہیں۔ میر حسن مصنف مثنوی سحرالبیان نے ۱۱۸۸ھ اور ۱۱۹۲ھ کے درمیان لکھا تھا اس میں صراحتاً لکھ دیا ہے کہ مصحفی کے بزرگوں کا وطن اکبرپور تھا۔ جو ایک قصبہ ہے مضافات دہلی میں سے میر حسن اور مصحفی کو ساتھ لکھنؤ میں ایک مدت تک رہے ہیں۔ اور اس قدر تعلقات وسیع ہو گئے کہ میر حسن کے صاحبزادے میر مستحسن خلیق نے اپنے والد کے حکم سے شعر و سخن میں مصحفی سے اصلاح لی۔

یہ مشہور ہے کہ مصحفی کا عہدِ طفولیت امروہہ میں گزرا اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ شاید شعر گوئی کی بسم اللہ بھی وہیں ہوئی۔

بارہ تیرہ برس کی عمر میں مصحفی دلی آئے فارسی نظم و نثر کا درس لینا شروع کیا

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دورِ مصحفی

(اس کا نام دنیا ہے) عالم کی باکمال ہستیوں کو ہمیشہ یہی شکوہ رہا کہ دنیا نے ہماری قدر نہیں کی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ واقعی جو اہلِ کمال گزرے اکثر و بیشتر انھیں دنیا کی کس مپرسی کا رونا رونا پڑا۔ کسی نے فاقوں میں زندگی گزاری۔ پیٹ بھر روٹی نصیب نہ ہو سکی۔ کسی نے جلا وطنی اختیار کی مگر غریب کی بات کسی ذی حس انسان نے نہ پوچھی۔

ایک بدنامِ جہاں (فلک) اس کی شکایت سے کسی اہلِ کمال کا دل خالی نہ پایا ایسی نایاب اور دنیا میں آئے اور اپنے عہد کے اعتبار سے عمرِ طبعی کو پہونچے۔ کمالات کے ذخیرے فانی دنیا کے سپرد کر کے ناقدر دنیا کو خیرباد کہا۔ آج دنیا کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کہاں رہتے تھے کتنی دولتِ کمال چھوڑی اور وہ کس کے ہاتھ لگی۔ ان کی محنتیں ان کے کمالات دوسروں کے طرۂ امتیاز بن گئے بہت سے باکمال ایسے گزرے جن کی قبروں کا بھی نشان نہیں جیسے میر تقی میر۔ آج تک نہ طے ہو سکا کہ کہاں دفن ہیں۔ اور اگر نشانِ قبر ہے بھی تو گورستان میں اجنبی شخص یہ نہیں طے کر سکتا کہ کون سی قبر ہے اس لیے کہ مفلس نا اہل دنیا چند درہم کا ایک پتھر نہ لگا سکی جس پر کم سے کم نام کندہ ہوتا۔ جیسے انیس۔ تعشق۔ جدید۔ وغیرہم۔



آنریبل وزیر مالیات اُتر پردیش حافظ محمد ابراهیم
دام اقباله

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ ھٰذا لَفِی الصُّحُفِ الاُولیٰ صُحُفِ ابراہیمَ وموسیٰ

مصحفی عدیم النظیر شاعر کا تخلص۔ مصحف کلام مجید کو کہتے ہیں جو پورے کلام مجید کا حافظہ کرے اس کو حافظ کہتے ہیں صُحف صحیفے کی جمع۔ صحف ابراہیم و موسیٰ کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے ان تمام مناسبات کے پیش نظر۔

میں بہ حیثیت صدر انجمن محافظ اردو اپنی اس ادبی خدمت شاہکار کو یعنی دیوان مصحفی سرپرست انجمن محافظ اردو عالی جناب معلی القاب آنریبل وزیر مالیات اتر پردیش حافظ محمد ابراہیم دام اقبالہ و اجلالہ کے نام نامی سے معنون کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

صدر انجمن محافظ اردو لکھنؤ
خیر طلب مہذب لکھنوی
یکم مئی ۱۹۵۳ء

[illegible]

[illegible]

[illegible]



[illegible]

١٠٣

[illegible]